پاکپتن کے بہشتی دروازے کی

شرعی حیثیت

ترتیب

حافظ مقصود احمد

نام کتاب : پاکپتن کے بہشتی دروازے کی شرعی حیثیت

ترتیب : حافظ مقصود احمد

ایڈیشن : اوّل

سال : 1423ھ مطابق 2002ء

ناشر : مرکز دعوۃ التوحید اسلام آباد

ملنے کا پتہ : پوسٹ بکس نمبر 124 اسلام آباد پاکستان

حافظ مقصود احمد

اظہار حقیقت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کا مقصد اور اس کی کامیابی کا دارومدار ایمان اور عمل صالح کو قرار دیا ہے اور ان دونوں چیزوں کی وضاحت کے لیے اپنی آیات بینات نازل فرمائیں۔ جن کے بعد نہ کوئی ابہام باقی رہ جاتا ہے اور نہ شک وشبہہ، نبی اکرم ﷺ کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تشریح وتفسیر ہے، لہٰذا جو حق تک پہنچنا چاہتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کافی ہے، نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے مکمل ہونے کا اعلان فرما دیا: ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا'' (سورۃ المائدۃ: آیت ۵) ترجمہ: ''آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا، اپنی نعمت کا تم پر اتمام کر دیا اور اسلام کو بطور دین تمہارے لیے پسند کر لیا''۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس دین پر صحیح معنوں میں عمل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اس امت کی عزت وعظمت اور شان وشوکت خالص دین پر عمل کرنے میں مضمر ہے، جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر آج کے مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کو دیکھتے ہیں تو زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ صحابہ کے دور میں نہ قبروں پر مزار تھے، نہ کوئی اہل قبور کے سامنے اپنی حاجات ومناجات رکھتا تھا۔ نہ قبروں پر میلے اور تہوار تھے، ان کا زمانہ انسانی تاریخ کا سب سے بہتر زمانہ اور ان کا دور اسلامی تاریخ کا سب سے عظیم الشان دور تھا، کائنات ارضی پر سب سے افضل قبر (نبی اکرم ﷺ کا روضۂ اطہر) ان کے قریب موجود تھی، مگر وہ سب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے تھے۔ اپنی مشکلات کے وقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ کبھی کسی صحابی نے آپ ﷺ کی قبر پر آ کر ''اغثنی

یارسول اللہ " (اے اللہ کے رسول میری مدد کیجئے) نہیں کہا، سوال پیدا ہوتا ہے کہ آجکل کا مسلمان قبروں پر جو عبادات سرانجام دے رہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیوں ان سے غافل رہے؟ پاکستان میں جگہ جگہ یہ ننگ دھڑنگ خود ساختہ ولیوں کی قبریں مشکل کشائی کا مرکز بنی ہوئی ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر پر مشکل کشائی کے لیے حاضری کیوں نہیں دیتے تھے؟ ہمارا طرزِ عمل بہتر ہے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ زندگی؟ حقیقت یہ ہے کہ آج کا مسلمان اولیاء کی عقیدت میں حد سے آگے نکل چکا ہے، اسے اس چیز کا ادراک ہی نہیں کہ وہ محبت کے رنگ میں جو کچھ کر رہا ہے وہ سراسر شرک ہے۔ قبروں پر جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کا اللہ کے نازل کردہ دین اور نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔

ہم ان اوراق میں اپنے قارئین کے سامنے جو کچھ پیش کر رہے ہیں یہ کسی سے عداوت کا نتیجہ نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی خیرخواہی کے جذبے سے پیش کر رہے ہیں۔ ہم سینکڑوں معبودوں کی غلامی سے نجات دلا کر ایک اللہ کی غلامی کی طرف لانا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ پیشانی صرف اور صرف اپنے خالق کے سامنے جھکے، دستِ سوال محض کائنات کے رب کے سامنے دراز ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ شیطان کے مکروفریب کے جال جو اس نے خانقاہی سلسلوں کی صورت اور درباروں کی شکل میں بچھا رکھے ہیں، انہیں اسی طرح کاٹ پھینکا جائے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لات ومناۃ کی غلامی سے یہ کہہ کر نجات حاصل کی تھی:

ترکت اللات والعزی جمیعا
کذلک یفعل الرجل البصیر

"میں نے لات وعزّیٰ سب کو چھوڑ دیا اور عقلمند آدمی اسی طرح کرتا ہے۔"

ان درباروں کا سب سے بڑا تحفہ شرک ہے جس سے انسانیت کو بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور یہ شرک بھی وہ ہے جس کا ارتکاب

کرنے کے بعد مسلمان اپنے آپ کو سعادت مند سمجھتا ہے۔ کیا ان مزاروں کا طواف نہیں ہو رہا ؟ جو صرف اور صرف بیت اللہ کیلئے ہے، کیا اہل قبور کو سجدے نہیں ہو رہے ؟ جو صرف اللہ کی الوہیت کو روا ہیں۔ دنیا میں معمولی سا حکمران یہ گوارا نہیں کرتا کہ کوئی دوسرا اس کے اختیارات میں مداخلت کرے اور اس کے ہم پلہ ہونے کا دعویٰ کرے، مگر ہم ہیں کہ مخلوق کو رب کائنات کے عرش پر بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے اختیارات کو اپنے تئیں غیروں میں بانٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کے حصول کیلئے ایمان اور عمل صالح کی شرط رکھی ہے مگر ہم بغیر عمل کے جنت میں داخلے کے ٹکٹ فروخت کر رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ٹکرانے والی بات نہیں تو اور کیا ہے؟

میں ان بھائیوں سے کہنا چاہوں گا جو پاکپتن کے خود ساختہ دروازے کو بہشتی دروازہ سمجھتے اور اس سے گزرتے ہیں کہ اگر یہ آپ کے خیال کے مطابق واقعتاً بہشتی دروازہ ہے تو سارا سال بند کیوں رہتا ہے؟ صرف عُرس کے ایام میں کیوں کھولا جاتا ہے؟ عُرس کے ایام میں بھی صرف رات کو کھولا جاتا ہے دن کو کیوں نہیں کھولا جاتا؟

اگر یہ بہشتی دروازہ ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور پوری چھ صدیوں کے لوگ اس سے گزرنے کی سعادت سے کیوں محروم رہے ؟ یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں کیوں نہیں بنایا گیا؟ اگر یہ بہشتی دروازہ ہے تو کتاب وسنت میں اس کا ذکر کیوں نہیں آیا؟

جہاں تک خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرف منسوب کردہ روایت کا تعلق ہے تو یہ نبی اکرم ﷺ پر افتراء ہے۔ یہ بہتان کس نے باندھا ہے۔ اس جعلی روایت کا موجد کون ہے؟ اس کا تعلق تحقیق کے ساتھ ہے جو آئندہ کسی وقت انشاء اللہ منظر عام پر لائی جائے گی، البتہ تاریخ کی قدیم اور قابلِ ذکر کتابوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ وہ مصنفین جو اس روایت کو نظام الدین اولیاء کی طرف منسوب کرنے پر مصر ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ کسی ایسی کتاب سے حوالہ پیش کریں جو نظام الدین اولیاء کی اپنی لکھی ہوئی

ہو یا ان کے زمانے میں کسی نے لکھی ہو۔

بایں ہمہ محدثین کے اصول کے مطابق حدیث وہ ہے جسے روایت کرنے والا صحابی ہو، کشف کے ذریعے سے دنیا میں ایک روایت بھی ایسی نہیں جس کو نبی اکرم ﷺ کی حدیث کا درجہ دیا گیا ہو۔ اگر کشف کو حجت قرار دیا جائے تو کوئی شخص بھی ولایت کا دعویٰ کر کے کشف کے ذریعے ساری شریعت کو منسوخ قرار دے دے تو نظام الدین اولیاء کے کشف کو حجت قرار دینے والے کس منہ سے اس کی تردید کرسکیں گے؟

ہم کرامات کے منکر نہیں مگر کرامات کو تجارت کا ذریعہ بنانے اور ان کی آڑ میں کتاب وسنت کے احکام کو منسوخ کرنے کے قائل نہیں۔

قارئین کرام! فتنہ وفساد اور بدعات وخرافات کے ہنگاموں میں ہمیں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر حیلوں بہانوں سے جنت کی خواہش نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنے ایمان اور عمل صالح کے اس راستے پر چل کر اللہ تعالیٰ کی جنت کو تلاش کرنا چاہیے جس راستے پر امام کائنات ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو الوداع کہا تھا۔ خانقاہوں اور مجاوروں کا راستہ جنت کا راستہ نہیں ہے۔ یہود ونصاریٰ میں جب تساہل وتغافل اور اللہ کی شریعت سے انحراف پیدا ہوا تو انہوں نے خانقاہی سلسلوں کو اپنا لیا۔ احبار و رھبان نے عوام الناس کو جنت کی جھوٹی امیدیں دلا کر اپنی تجارت کو فروغ دیا اور ان کی عاقبت برباد کر دی۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہمیں متنبہ کرنے کیلئے کافی ہے: ''لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشبر وذراعاً بذراع''۔ ترجمہ: ''میری امت کے لوگو! تم اپنے سے پہلی قوموں کے نقشِ قدم پر چل نکلو گے اور اس طرح ان کی مشابہت اور برابری اختیار کرو گے جس طرح ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆
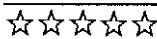
ابو اسامہ

روزنامہ نوائے وقت میں شائع شدہ

"باب جنت" کے جواب میں

اللہ تعالی نے جب آدم علیہ السلام اور اماں حوا کو زمین پر بھیجا تو یہ بات واضح فرمادی کہ اب آدم اور ان کی اولاد زمین پر رہتے ہوئے اللہ تعالی کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کی پیروی کریں۔ پس جو شخص اللہ کا فرمانبردار بن کر اس دنیا میں رہے گا وہ مرنے کے بعد جنت میں داخل ہو گا اور جو نافرمان بنے گا وہ اللہ کا کوئی نقصان نہ کرے گا بلکہ اپنے آپ کو جنت سے محروم کر لے گا۔

شیطان کو جس نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو جنت سے نکلوایا تھا، ہرگز یہ گوارا نہیں کہ اولاد آدم گم کردہ جنت کو حاصل کر لے چنانچہ اس نے مکر و فریب کا ایک ایسا جال پھیلا رکھا ہے کہ انسان اس میں بری طرح پھنس کر اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے اور جنت میں داخل نہ ہو سکے۔ چنانچہ کبھی تو پروردگار کی نافرمانی اور کبھی شرک و بدعت کا ارتکاب کروا کر شیطان انسان کو جہنم کی راہ پر دھکیلتا رہتا ہے۔ انسان کی جلد باز طبیعت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے شیطان نے اسے ایک دھوکہ یہ بھی دیا کہ وہ شریعت کی پابندی کیے بغیر موت آنے سے قبل بھی جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔ وہ شخص جس پر شریعت کا التزام اور حلال و حرام کی پابندیاں گراں گزرتی ہوں اسے بھلا اور کیا چاہیئے۔ چنانچہ اس کرہ ارضی پر ایسے لوگ بھی آئے جنہوں نے اس دارفانی میں "جنت" بنائی اور اسے اپنے مذموم مقاصد کیلیے استعمال کیا مگر ان کے دجل و فریب کی قلعی جلد کھل گئی۔ اب شیطان نے یہ راہ دکھائی

کہ "جنت" بنانے کی بجائے ایک ایسا "جنتی دروازہ" بنالیا جائے جس میں سے بلا تفریق مذہب گزرنے والا ہر شخص جنتی بن جائے۔ اس طرح ایک تیر سے دو شکار کیے گئے۔ ایک طرف تو دین اسلام کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کی گئی کہ غیر مسلم بھی مذکورہ دروازے سے گزر کر جنت میں جاسکتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کو بے عملی اور شرک کی راہ پر لگادیا گیا۔

برصغیر کے لوگوں کی اکثریت قبر پرستی میں مبتلا رہتی آئی ہے۔ مذکورہ "جنتی دروازہ" بھی ایک مزار پر تعمیر کیا گیا ہے جہاں آنے والے پہلے سے ہی شرک میں گرفتار اور بدعات کو کار اسلام سمجھنے والے ہوتے ہیں۔ ان پر صاحب مزار کی "بزرگی"، "افسانوی کرامات" اور جذبہ عقیدت کا رنگ اس قدر غالب ہوتا ہے کہ وہ حق بات سننے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے اور وہاں ہونے والی خرافات کو ثواب اور دین کے کام سمجھتے ہیں۔ جذبات کی رو میں بہتے ہوئے ایسے شخص کو جب یہ بتایا جاتا ہے کہ مزار پر موجود ایک دروازہ "باب جنت" ہے جہاں سے گزر کر وہ جنتی بن جائیگا تو اسے یہ بات تسلیم کرنے میں ذرہ برابر جھجک نہیں ہوتی اور وہ اپنے جیسے ہزاروں راہ گم کردہ لوگوں کے سیلابی دھارے میں بہتا، مارکھاتا، ذلت اٹھاتا، عزت گنواتا اور جان کھپاتا اک بار اس نام نہاد "باب جنت" میں سے گزر جانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

نام نہاد "جنتی دروازہ" سے عقیدت رکھنے والے ایک تو عوام کالانعام ہیں جو بلا سوچے سمجھے اپنے باپ دادا کی تقلید میں لکیر کے فقیر بنے دوڑے چلے جاتے ہیں۔ انہیں عقل و خرد سے کوئی تعلق ہے نہ علم و آگہی سے کوئی شغف۔ دوسرے وہ ہیں جو میڈیا کی "برکت" سے بڑے دانشور، علامہ اور سکالر سمجھے جاتے ہیں یا بزعم خویش

"ہمچو ما دیگرے نیست" مفکر بنے پھرتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے علم سے نا آشنا یہ "علمی طبقہ" کسی جھوٹی روایت کو "حدیث نبوی" سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ روزنامہ نوائے وقت مورخہ یکم اپریل ۲۰۰۱ء میں "باب جنت" کے نام سے شائع شدہ ایک مضمون کا آغاز ان لفظوں سے کیا گیا ہے۔ "ایک روایت ہے جو سات صدیوں سے انسانوں کے دلوں میں اسی طرح بہتی چلی آرہی ہے جیسے پنجاب کے پانچ دریاؤں کا پانی کہ روضے کی تعمیر کے بعد نوجوان خواجہ نظام الدین اولیاء اس کے پائنتی کے دروازے یعنی جنوبی دروازے کے باہر کھڑے تھے کہ اچانک ان پر وجد طاری ہو گیا اور آپ نے بے خودی کے عالم میں تالیاں بجا کر کہا" لو دیکھ رہے ہو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور فرمار ہے ہیں کہ ﴿من دخل هذا الباب امن﴾ ترجمہ: "جو اس دروازے میں داخل ہوا امن پا گیا۔"

یہ من گھڑت اور جھوٹی روایت نقل کرنے کے بعد مضمون نگار اسے "حدیث نبوی" قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے" گفتہ او گفتہ اللہ بود" (آنحضرت ﷺ کا فرمان اللہ کا فرمان ہے) کا اطلاق یہاں سے زیادہ بھلا کہاں ہو سکتا ہے "۔ بعد ازیں موصوف نے اس روایت میں معانی کے سمندر تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور" عقل کی دوربین اور علم کی خوردبین" کے ذریعے ان "سمندروں " کی گہرائی اور لمبائی وچوڑائی کا تعین کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ مگر جاء الحق و زهق الباطل (حق آگیا اور باطل مٹ گیا) کے مصداق مضمون نگار خود یہ لکھتا ہے کہ "اس روایت کی اصل کیا ہے؟ یہ اللہ جانے اور اللہ کا حبیب ﷺ جانے اور اللہ کا محبوب جانے ہم جیسے عاصی اور عامی تو تاریخ کے حوالے سے صرف اتنا جانتے ہے کہ اس روایت

کے بعد سے اس پونے چھ فٹ اونچے اور ڈھائی فٹ چوڑے عام دروازے کے بھاگ جاگ اٹھے اور اسے وہ تقدس ملا جو آج تک دنیا کے کسی دروازے کو دروازے کے طور پر نصیب نہ ہوا"۔

مقام غور ہے کہ جس روایت کی بنیاد پر" جنتی دروازے" کا افسانہ گھڑا گیا اس کی اصلیت خود لکھنے والے کو معلوم نہیں اور وہ برملا اس کا اعتراف بھی کر رہا ہے پھر کیا ضرورت پڑی تھی ناحق اخبار کے صفحے اور اپنا نامہ اعمال سیاہ کرنے کی۔ مذکورہ روایت کا جائزہ لیا جائے تو نظر آتا ہے کہ اس روایت میں:

i) اللہ تعالی پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔

ii) اللہ کے رسول ﷺ پر کذب بیانی کی گئی ہے۔

iii) آنحضرت ﷺ کا بعد از وفات تشریف لا کر لوگوں سے ملنے اور مشورے دینے کے باطل عقیدے کی ترویج کی گئی ہے۔

iv) آنحضرت ﷺ کے اس حکم کا مذاق اڑایا گیا ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے اونچی قبروں کو گرانے کا حکم دیا ہے۔

v) حالت وجد میں آنحضرت ﷺ سے روایت حدیث کی ایسی داغ بیل ڈالی گئی ہے کہ ہرکس وناکس باآسانی آپ ﷺ پر جھوٹ باندھ سکے۔

vi) جس شخص کو ولی اللہ قرار دیا جاتا ہے اسے کفار کی تقلید میں تالیاں بجاتے دکھا کر اولیاء اللہ کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ کیونکہ تالیاں بجا کر عبادت کرنا قرآن مجید کی سورۃ الانفال آیت نمبر ۳۵ میں کفار مکہ کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔ فہم قرآن و حدیث سے عاری یہ دانشور کیا آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے نابلد ہیں کہ ﴿من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار﴾ ترجمہ : جس نے مجھ پر جان بوجھ کر

جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ کیا یہ قرآن کی اس وعید سے بے خبر ہے ﴿ومن اظلم ممن افتری علی الله الکذب وھو یدعیٰ الی الاسلام والله لا یھدی القوم الظٰلمین﴾ (الصّف ۷) ترجمہ : "اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہے اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا"۔

اسی لیے یہ ایک ڈھائی فٹے دروازے کو" جنتی دروازہ" کا نام دے کر اسے اسقدر تقدس بخشتے ہیں کہ بیت اللہ کے دروازے کی توہین کرتے ہیں اور اپنے بنائے ہوئے باب جنت کو وہ مقام عطا کرتے ہے جو رب العالمین نے اپنے گھر (بیت اللہ) کے دروازے کو بھی نہیں عطا کیا کہ جو بھی (بلا تفریق مذہب) اس میں سے گزر جائے جنتی بن جائے۔ اگر یہی بات ہوتی تو رؤسائے مکہ، سرداران قریش اور مشرکوں کے سرپنچ ابوجہل، ابولہب وغیرہ سب جنتی ہو جاتے جو کہ بیت اللہ کی تعمیر اور رکھوالی کرنے والے تھے۔ اپنی مرضی سے جسے چاہتے بیت اللہ میں داخل ہونے دیتے اور جسے چاہتے روک دیتے ۔ مگر قرآن نے انہیں جہنمی قرار دیا۔ اللہ تعالی نے ان پر جنت حرام کردی لیکن شیطان نے ایک صوفی کو "حالت وجد" میں کیا ہی بری پٹی پڑھائی (جو حقیقت میں یار لوگوں کی بنائی ہوئی حکایت ہے) کہ وہ تالیاں بجا بجا کر اعلان کرے کہ ﴿من دخل ھٰذا الباب امن﴾ جو اس (پاکپتنی) دروازے میں داخل ہوا امن پا گیا۔

اللہ تعالی تو کفار مکہ کو دوٹوک یہ بتلائے کہ تمہارا حاجیوں کی خدمت کرنا اور

بیت اللہ کی تعمیر و حفاظت کرنا اللہ اور آخرت پر ایمان لانے اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے برابر نہیں ہو سکتا لیکن نوائے وقت کا مضمون نگار تمام کفارو مشرکین کو نام نہاد جنتی دروازے میں سے گزار کر زبردستی جنت میں پہنچا دے۔ اور اس قدر سینہ زوری کرے کہ۔ "اس روایت کی بنا پر صدہا سال سے کروڑ ہا انسان جن میں ہندو مسلم سکھ سب شامل رہے ہیں، یہ پختہ اعتقاد رہا ہے کہ اس دروازے میں سے ایک بار گزر جانے والا جنت میں جگہ پائے گا"

صاحب مضمون نے اپنے اس اعتقاد کو اللہ کے بے پایاں رحمت اور جودو کرم کے بیان کے ساتھ خلط ملط کرتے ہوئے لکھا ہے "دوزخ کے طبل بردار یہ نہ بھولیں کہ رحمت خداوندی اپنے بندوں کو معاف کرنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے" پھر آگے چل کر مزید لکھا ہے "اس کا حکم ہو تو کسی دروازے میں داخل ہونا بڑی بات ہے اس سے بھی کوئی معمولی چیز انسان کو جنت میں جگہ دلا سکتی ہے"۔

مضمون نگار شاید اس بات سے بے خبر ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ہر جگہ جنت کا وعدہ "متقین" سے کیا ہے جن کیلیے پہلی شرط ایمان ہے۔ اس کے بے پایاں رحم وکرم سے کسی کو انکار نہیں جبھی تو وہ دنیا میں اپنے باغیوں اور سرکشوں کو بھوکا پیاسا نہیں مارتا بلکہ انہیں سب کچھ عطا کرتا ہے۔ لیکن اس کی وہ خاص رحمت جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو جنت میں داخل کرے گا اہل ایمان کے لیے مخصوص ہے۔ ایمان نہ لانے والوں کو اس نے دنیا میں جہنم کی وعید سنا دی ہے اور بتا دیا ہے کہ ان کا ٹھکانا بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ یہی انجام ان کا ہے جو اللہ اور

اس کے رسول پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ لہذا نام نہاد "باب جنت" کے طبل بردار یہ نہ بھولیں کہ وہ اللہ اور رسول پر جھوٹ بول کر نہ صرف اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ بلکہ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر کے انہیں بھی خود ساختہ "جنتی دروازہ" سے گزار کر جہنم کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ اب وہ خود ہی بتائیں کہ اس ڈھائی فٹے دروازے کو "باب جنت" کیونکر کہا جائے۔ یہ باب جنت ہے یا۔۔۔۔۔۔۔؟

اللہ تعالی کی رحمت بے پایاں اور بیکراں ہے کہ وہ اپنے بندے کو توبہ کرنے پر معاف کر دیتا ہے بلکہ عمر بھر کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اسے جنت عطا کر دیتا ہے۔ لہذا جنت میں داخلے کے لیے ضروری ہے کہ شرک و بدعت سے توبہ کی جائے۔ خالص عقیدہ توحید اور اتباع سنت کو اختیار کیا جائے۔ اور اعمال صالح کے ذریعے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالی سے جنت کا سوال کیا جائے اور جہنم سے اسکی پناہ مانگی جائے اور شیطان کی پیروی سے اجتناب کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

مولانا محمد خالد سیف
اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

"بہشتی دروازے" کی روایت من گھڑت ہے

سوال: نظام الدین اولیاء ایک دفعہ اچانک کھڑے ہو گئے اور تالی بجا کر کہنے لگے کہ آپ ﷺ تشریف لائے تھے اور انہوں نے فرمایا جو اس دروازے سے گزرے گا وہ جنتی ہے اس روایت کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ روایت موضوع اور من گھڑت معلوم ہوتی ہے یہ صوفیاء کے شطحیات کے قبیل سے ہے۔

سوال: بالفرض انہوں نے ایسا فرمایا بھی ہو تو شرعاً اس کی کیا حیثیت ہو گی؟

جواب: بالفرض انہوں نے ایسا فرمایا بھی ہو تو پھر بھی یہ موضوع اور من گھڑت ہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں محض کسی دروازے سے داخلہ کو جنتی ہونے کے لیے کافی قرار نہیں دیا حتیٰ کہ بیت اللہ یا مسجد نبوی کے کسی دروازہ سے محض داخل ہو جانا جنتی ہونے کے لیئے کافی نہیں ہے اور پھر دین کی تکمیل تو حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات طیبہ ہی میں ہو گئی تھی، اب اس میں کسی کمی بیشی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام بھی چونکہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ نصوص قرآنی سے ثابت ہے: ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم﴾ اور مزید وضاحت سے فرمایا: ﴿انک میت و انهم میتون﴾ اور بعد از وفات آپ کا دنیا میں تشریف لانا ثابت نہیں ہے حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو آپ کی وفات کے بعد بہت سے آلام و

مصائب اور بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، اگر حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے تشریف لانا ہوتا تو ان مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی مدد کے لیے ضرور تشریف لاتے لہذا بعد از وفات دنیا میں حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے دنیا میں تشریف لانے کا عقیدہ ہی غلط ہے۔

سوال: نظام الدین اولیاء کے تالی بجانے کی وجہ سے تمام لوگ دروازہ کھلنے سے پہلے خوب تالیاں پیٹتے ہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: تالیاں پیٹنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ کفار کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما کان صلاتهم عندالبیت الا مکاء و تصدیة فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون.

سوال: کیا کوئی ایسی روایت ہے کہ جس کی روشنی میں دنیا کے کسی دروازے کو "باب جنت" (بہشتی دروازہ) کہا جاسکتا ہو؟

جواب: دنیا کے کسی دروازے کو باب جنت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دنیا میں یہ اختصاص اور شرف صرف "ریاض الجنه" کو حاصل ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے: ﴿ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوضی﴾ (صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینة، حدیث 1888) ''میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے''۔ روئے زمین کے اس مقدس ٹکڑے کے بارے میں بھی کسی کا یہ عقیدہ نہیں رہا کہ ریاض الجنة میں ایک دفعہ بیٹھنے سے جنت یقینی ہو جاتی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جگہ نزول رحمت اور حصول سعادت کیلئے جنت کی مانند ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں پر ذکر کرنا جنت کے حصول کا ذریعہ ہے یا یہ

کہ قیامت کے روز یہ جگہ جنت میں شامل ہو جائے گی۔ (دیکھئے فتح الباری جلد 4، صفحہ 100)

سوال: باب جنت کون کھولے گا اور کون کھلوائے گا؟ جبکہ اس نام نہاد بہشتی دروازے کو ڈپٹی کمشنر کھلواتا ہے جو کہ غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے؟

جواب: باب جنت کو تو حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کھلوائیں گے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے: ﴿ فیشفع بین الخلق حتی یا خذ بحلقة باب الجنة ﴾ (صحیح البخاری مع الفتح: 3/396)

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ جنت کے بارے میں سب سے پہلے آپ ہی شفاعت فرمائیں گے (مسلم 1/182) حدیث صور میں ہے کہ تمام کے تمام مومن صرف آپ کی شفاعت ہی سے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ شرف اور اعزاز بھی آپ ہی کو نصیب ہوگا کہ آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوکر جلوہ افروز ہوں گے۔

سوال: نوائے وقت (یکم اپریل) میں ایک آرٹیکل "باب جنت" کے عنوان سے شائع ہوا جس میں صاحب مضمون نے لکھا ہے کہ اس دروازے کو وہ تقدس ملا جو آج تک دنیا کے کسی اور دروازے کو .دروازے کے طور پر، نصیب نہ ہوا۔ اس تحریر کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: یہ تحریر انتہائی غلو اور بے حد مبالغہ آرائی بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔ یہ صریحا خلاف شریعت ہے۔ اس طرح کی تحریروں سے مسلمانوں کے عقائد کو خراب نہیں کرنا چاہیے اور انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

سوال: جو لوگ اس اعتقاد سے اس دروازے سے گزرتے ہیں ان کا عمل کیسا ہے؟

جواب: اس اعتقاد سے اس دروازے سے داخل ہونے والوں کا یہ عمل بالکل باطل

ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ﴿من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھورد﴾ اور ایک دوسری حدیث میں الفاظ یہ ہیں۔ ﴿من عمل عملا لیس علیه امرنا فھورد﴾ لہذا یہ عمل بالکل باطل اور مردود ہے۔

سوال: اسال جو لوگ "بہشتی دروازے" میں داخل ہوتے ہوئے مر گئے کیا ان کو شہید کہا جاسکتا ہے؟

جواب: ایسے لوگوں کو ہرگز شہید نہیں کہا جاسکتا۔

سوال: کیا اسلام میں کوئی ایسا عمل ہے جس کے کرنے سے ساری زندگی کے گناہ معاف ہو جاتے ہوں؟ ماقبل کے ساتھ مابعد کے بھی جیسا کہ اس دروازے سے گزرنے والوں کے بارے میں بعض لوگوں کا اعتقاد ہے؟

جواب: حدیث میں ہے: ﴿ الاسلام یجب ما قبله﴾ (رواہ احمد) صحیح مسلم میں ہے: ﴿اما علمت ان الاسلام یھدم ماکان قبله، وان الھجرة تھدم ماکان قبلھا وان الحج یھدم ماکان قبله﴾ ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اسلام قبول کرنے، اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے اور حج کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں نیز قرآن و سنت کے بہت سے دلائل سے ثابت ہے کہ صدق دل سے توبہ کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں لیکن ایسا ہرگز ہرگز کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں کہ کسی دروازے سے محض داخل ہوجانے سے ساری زندگی کے گناہ معاف ہوجاتے ہوں۔

سوال: کیا کسی مستند عالم نے، خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، اس دروازے کی تصدیق کی ہے؟

جواب: کسی بھی ثقہ اور مستند عالم نے اس دروازے کے بہشتی ہونے کی تصدیق نہیں کی۔

سوال: اس دروازے کے بارے میں غلط اعتقاد کی علماء پر زور تردید کیوں نہیں کرتے؟

جواب: یہ علماء کے بے حد تساہل اور غفلت کی علامت ہے۔ علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ عامۃ المسلمین کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے اپنے فرض منصبی کو سرانجام دیں (وفقهم الله تعالى)

سوال: بعض کتب میں لکھا ہے کہ بابا فرید نے کنویں میں الٹا لٹک کر 40دن چلہ کشی کی، اسلام میں اس چلہ کشی کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: اسلام میں اس طرح کی چلہ کشی کی کوئی حیثیت نہیں۔ الٹا لٹک کر کسی انسان کے لیے چالیس دن تک چلہ کشی کرنا ممکن ہی نہیں سبحانک هذا بهتان عظیم۔ اگر ایسا ممکن بھی ہو تو یہ رہبانیت کی ایک ایسی بدترین صورت ہے جس سے قرآن و سنت میں منع فرمایا گیا ہے: ﴿ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم﴾ حدیث میں ہے: لا رهبانية في الاسلام. ایک مشہور حدیث کے الفاظ ہیں کہ (الدین یسر)

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس ام المومنین کی چھت سے بندھی ہوئی رسی کو اتروادیا تھا جو رات کو قیام کے وقت اپنے سر کے بالوں کو رسی سے باندھ لیتی تھیں تاکہ نیند دور ہو جائے۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ کی عبادت کرو۔

آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جسے اس کے دو بیٹے اپنے سہارے کے ساتھ کعبہ کی طرف لے جارہے تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ اسے کیا ہوا ہے

آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اس نے پیدل کعبہ جانے کی نذر مانی ہے آپ نے اسے جانور پر سوار ہونے کا حکم دیا اور فرمایا ﴿ان اللہ عن تعذیب ھذا نفسہ لغنی﴾ (صحیح البخاری، کتاب جزاء الصید، باب من نذر المشی الی الکعبۃ، حدیث 1865) "اللہ تعالیٰ اس بات سے بے نیاز ہے کہ یہ شخص اپنے آپ کو اس طرح کے عذاب میں مبتلا کرے" آپ غور فرمائیں کہ چالیس دن تک الٹا لٹکنا تو اس سے کہیں بڑھ کر اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرنا ہے

سوال: کیا کسی بندے کو گنج شکر کہا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ کے کسی بندے کو گنج شکر یا گنج بخش نہیں کہنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ شرک ہے، ہر چیز کے خزانے صرف اور صرف اسی کے پاس ہیں وہی بخشنے والا اور عطا فرمانے والا ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆☆☆
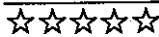
حافظ محمد شہباز حسن (ایم۔اے)

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی

(اسلام آباد)

قبروں پر مزارات اور مساجد تعمیر کرنے کی شرعی حیثیت

پختہ اور اونچی قبریں: دین اسلام پکی قبریں بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ بہت سے فرامین نبویہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: **نھی رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبر ....** (صحیح مسلم کتاب الجنائز) "رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا ہے کہ قبر کو پختہ بنایا جائے" جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے: **نھی رسول اللہ ﷺ عن تجصیص القبور** (جامع ترمذی جلد 1 صفحہ 125) "رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے" ایک حدیث میں "تقصیص" کے الفاظ آئے ہیں: **نھی عن تقصیص القبور** (صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز) "آپ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے سے روکا ہے" ابو زبیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: **سمعت النبی ﷺ ینھی ان یقعد علی القبر وان یقصص ویبنی علیه** (سنن ابوداؤد جلد 2، صفحہ 104 مسند احمد جلد 3 صفحہ 295)

قبر خواہ کچی ہی کیوں نہ ہو اس کو بھی (ایک بالشت سے) اونچا بنانے کی ممانعت ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے: **نھی ان یقعد علی القبر و ان یجصص وان یبنی علیه وان یزاد علیه** "آپ ﷺ نے قبر

پر بیٹھنے' پختہ بنانے' اس پر کوئی عمارت بنانے اور اس پر مزید اضافہ کرنے سے منع فرمایا ہے" (سنن ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی البناء علی القبر) نیز دیکھئے صحیح ابوداؤد حدیث نمبر 2762 ' صحیح نسائی حدیث نمبر 1917 ,1916) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قبروں پر مٹی وغیرہ ڈال کر اونچا کر دیتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور اگر اس مٹی ڈالنے کے لئے کچھ دنوں کو خاص کر لیا جائے تو اور بھی برا ہے۔ جبکہ اللہ تعالی نے اس کام کے لئے کوئی بھی سند نازل نہیں کی' جیسا کہ شریعت سے ناواقف بعض لوگ محرم الحرام میں دھڑا دھڑ قبروں پر مٹی ڈال رہے ہوتے ہیں اور ان کی "لیپا پوتی" میں سرگرم دکھائی دیتے ہیں۔

آئمہ دین کے فتاوی: ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں آئمہ دین نے قبروں کو پختہ اور اونچا بنانے سے منع کیا ہے۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ﴿ ارایت القبر هل تکره ان یجصص قال نعم﴾ (درمختار جلد 1 صفحہ 468) "کیا پختہ قبریں بنانا مکروہ ہے آپ نے فرمایا ہاں" واضح رہے کہ فقہاء کی اصطلاح میں لفظ "مکروہ" حرام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (درمختار جلد 1 صفحہ 639 ' ہدایہ جلد 2 صفحہ 114 طبع کوئٹہ' بحر الرائق جلد 2 صفحہ 19 طبع کوئٹہ) علامہ قاضی خان فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: لایجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیه البناء "قبر کو پختہ نہ کیا جائے' نہ اس کی لپائی کی جائے اور نہ اس پر عمارت ہی بنائی جائے" (فتاوی قاضی خان جلد 1 صفحہ 92)

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: یکره الاجر والخشب لانهما لاحکام البناء والقبر موضع البلی ثم بالاجر اثر النار "قبر پر پختہ اینٹوں اور لکڑی کا استعمال

مکروہ ہے' اس لئے کہ یہ اشیاء عمارت کی پائیداری اور پختگی کے لئے ہیں اور قبر تو بوسیدہ اور ویران مقام ہے اور پھر پختہ اینٹ میں آگ کا اثر ہوتا ہے'' (ھدایہ جلد 1 صفحہ 183)

صاحب شرح وقایہ کہتے ہیں : قبر پر پختہ اینٹ اور لکڑی استعمال کرنا مکروہ ہے (شرح وقایہ جلد 1 صفحہ 257) صاحب قدوری کا بھی یہی فتوی ہے (قدوری صفحہ 42)

مندرجہ بالا فتوی جات سے جہاں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ پکی قبر بنانا حرام ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر ہر اس چیز کا استعمال ناجائز ہے جس پر آگ کا اثر ہوا ہو لہذا قبروں پر گاڈر' سریا' ٹی آر' لوہے کی بنی ہوئی ہر چیز کا استعمال حرام اور اسراف و تبذیر ہے بلکہ مذکورہ فتاوی کی روشنی میں قبروں پر لکڑی کا استعمال بھی جائز نہیں۔ درحقیقت ٹوٹی پھوٹی' کچی اور ویران قبریں ہی باعث عبرت اور تذکیر آخرت کا سامان فراہم کرسکتی ہیں۔

قبروں کو پختہ اور اونچا بنانے کے بارے میں فتاوی عالمگیری کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں : **یسنم القبر قدر الشبر ولا یرفع ولایجصص** ''قبر کو کوہان نما بنایا جائے اور ایک بالشت سے زیادہ اونچا نہ کیا جائے اور اس کو پختہ بھی نہ بنایا جائے'' (جلد 1 صفحہ 133)

صاحب کنزالدقائق فرماتے ہیں : ﴿**لایربع ولا یجصص**﴾ ''قبر کو چورس اور پختہ نہ بنایا جائے" (کنز الدقائق صفحہ 53)

علامہ عینی فرماتے ہیں : **لایجصص ولا یبنٰی علیہ لانہ للاحکام والزینۃ** ''قبر کو پختہ نہ بنایا جائے اور نہ اس پر کوئی عمارت بنائی جائے کیونکہ یہ تو پختگی اور زیب و

زینت کے لئے ہے" (رمز الحقائق شرح کنز الدقائق صفحہ 67)

ملا علی قاری حنفی حدیث "کل بدعة ضلالة " (ہر بدعت گمراہی ہے) کی مثال بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں : کالبناء علی القبورو تجصیصها "جیسے قبروں پر عمارت بنانا اوران کو پختہ کرنا" (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد 1 صفحہ 246)

پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی قبر کو پختہ بنانا مکروہ ہے (غنیۃ الطالبین مترجم جلد 2 صفحہ 329 طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: لم ار قبور المهاجرین والانصار مجصصة "میں نے مہاجرین اور انصار کی قبور کو پختہ نہیں دیکھا "(کتاب الام جلد 1 صفحہ 277)

قبروں پر قبے، بلڈنگ اور کمپلیکس وغیرہ کی تعمیر : قبر پر عمارت ، دروازہ اور قبہ وغیرہ بنانا ازروئے شریعت منع ہے جیسا کہ حدیث جابر میں ہے : ﴿ نهى رسول الله ﷺ ان یجصص القبر وان یقعد علیه وان یبنٰی علیه ﴾" آپ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے ، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے" (صحیح مسلم ، کتاب الجنائز باب النھی عن تجصیص القبور والقعود والبناء علیہ) ایک اور حدیث میں ہے :نهى رسول الله ﷺ عن تجصیص القبور وان یکتب علیها وان یبنٰی علیها وان توطا "رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے ، ان پر لکھنے ، ان پر عمارت بنانے اور ان پر چڑھنے سے منع فرمایا ہے" (جامع ترمذی جلد 1 صفحہ 125 ، نیز دیکھئے سنن ابوداؤد ج 2 ص 104 ، کتاب الجنائز باب فی البناء علی القبر) ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ان النبی ﷺ نهى ان یبنٰی علی القبر "نبی ﷺ نے قبر پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے" (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی النھی عن البناء علی القبور حدیث نمبر

1564 صفحہ 113)

مذکورہ بالا احادیث نبویہ سے معلوم ہوا کہ قبور پر قائم شدہ عمارات' دروازے (خواہ لکڑی' لوہے یا ایلومینیم کے ہوں) قبے اور کمپلیکس وغیرہ ناجائز ہیں چہ جائیکہ ان کو کار ثواب سمجھا جائے بلکہ بعض نادان تو پاکپتن میں بابا فرید کے مزار کے ایک دروازے کو ''بہشتی دروازہ'' (انا للہ وانا الیہ راجعون) قرار دیتے ہیں جس دروازے کا بنایا جانا ہی شریعت مطہرہ میں حرام ہو اس کو بھلا ''باب جنت'' کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟

قبروں پر دربار بنانا آئمہ احناف کی نظر میں: سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ملاحظہ فرمائیں : **یکرہ ان یبنٰی علیہ البناء من بیت اوقبة لحدیث جابر رضی اللہ عنہ نھٰی رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبرو ان یبنٰی علیہ** ''قبر پر کسی قسم کی عمارت کمرہ یا قبہ وغیرہ بنانا مکروہ ہے کیونکہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے'' (درمختار جلد 2 صفحہ 237) ' **کرہ ابو حنیفة البناء علی القبر** ''ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قبر پر عمارت بنانے کو مکروہ جانا ہے'' (بدائع والصنائع جلد 1 صفحہ 320 نیز دیکھیے کبیری شرح منیۃ المصلی صفحہ 551)

علامہ علاؤ الدین سمرقندی حنفی فرماتے ہیں : ﴿**والسنة فی القبران یسنم ولایربع ولا یطین ولایجصص وکرہ ابو حنیفة البناء علی القبر وان یعلم**﴾ ''قبر کے بارے میں سنت یہ ہے کہ اسے کوہان نما بنایا جائے۔ چورس' لپائی شدہ اور پختہ نہ ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر پر عمارت بنانا اور نشان لگانا مکروہ ہے'' (تحفۃ الفقہاء جلد 1 صفحہ 400)

علامہ عینی فرماتے ہیں : **لایجصص ولا یبنٰی علیہ** ''قبر کو پختہ اور اس پر

کوئی عمارت نہ بنائی جائے'' (رمز الحقائق صفحہ 67)

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبروں پر عمارت تعمیر کرنا بدعت ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد 1 صفحہ 246)

سراج الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یکرہ البناء علی القبور ''قبروں پر عمارتیں بنانا مکروہ ہے (فتاویٰ سراجیہ صفحہ 24)

قبور پر مساجد کی تعمیر: انبیاء اور اولیاء کی قبور پر مسجد کے تعمیر کرنے والے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں بدترین لوگ ہیں۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے آپ ﷺ سے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو ماریہ کہا جاتا تھا وہ انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ انہوں نے اس میں رکھی ہوئی تصاویر کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اولئک قوم اذا مات فیھم العبد الصالح اوالرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجداً و صوروا فیه تلک الصور اولئک شرار الخلق عنداللہ ''یہ ایک ایسی قوم تھی کہ جب ان میں سے کوئی نیک آدمی مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) قائم کر دیتے پھر اس میں اس شخص کی تصاویر لٹکا دیتے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین لوگ ہیں'' (صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ فی البیعۃ، صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ باب النھی عن بناء المساجد علی القبور)۔ ایک حدیث کے آخر میں ''یوم القیامۃ'' کے الفاظ بھی آئے ہیں: فاولئک شرار الخلق عنداللہ یوم القیامۃ''روز قیامت یہ لوگ اللہ کے سامنے ساری مخلوق سے بدترین ہوں گے'' (صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیہ ......، صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب النھی عن بناء المسجد علی القبور واتخاذ الصور فیھا والنھی عن اتخاذ القبور

مساجد) اس موضوع پر اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔ چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: **سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان من شرار الناس من تدرکھم الساعة وھم احیاء ومن یتخذ القبور مساجد** ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ بے شک لوگوں میں سے بدترین وہ لوگ ہوں گے جنہیں قیامت آ لے گی اور وہ زندہ ہوں گے اور ایسے لوگ بھی جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں"(مسند احمد 1/ 435)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کہتی ہیں: **قال النبی ﷺ فی مرضه الذی لم یقم منه لعن الله الیهود اتخذوا قبور انبیائهم مساجد قالت عائشة لو لا ذاک لا برز قبره خشی ان یتخذ مسجداً** ''نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں ارشاد فرمایا: اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر نمایاں کر دی جاتی۔ اس بات کا خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کی قبر سجدہ گاہ بنالی جائے گی'' (صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ) دوسری حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: **عن النبی ﷺ قال فی مرضه الذی مات فیه: لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد قالت لولا ذاک لا برز قبره غیر انی اخشی ان یتخذ مسجداً** (ایضاً کتاب الجنائز باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور، صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب النھی عن بناء المساجد علی القبور، مسند احمد جلد 6 صفحہ 255)۔ ایک حدیث راوی مذکور اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما دونوں سے مروی ہے۔ نبی اکرم ﷺ مرض الموت کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ آپ کبھی چادر کا پلو اپنے چہرے پر ڈالتے کبھی ہٹاتے۔ شدت

مرض کی وجہ سے آپ پر پانی کی سات مشکیں ڈالی گئیں۔ اس قدر تکالیف کے عالم میں آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کروایا طبیعت کچھ سنبھلی تو آپ لوگوں کی طرف نکلے۔ نماز پڑھائی، خطبہ دیا اور فرمایا: **لعنة الله علی الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحذر ما صنعوا** "یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ آپ ﷺ (اپنی امت کو) اس کام سے ڈراتے تھے۔ جو انہوں (یہود و نصاریٰ) نے کیا" (صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ وقول اللہ تعالیٰ: انک میت وانھم میتون، صحیح مسلم کتاب الجنائز باب النھی عن بناء المسجد علی القبور والنھی عن اتخاذ القبور مساجد، نیز دیکھیے سنن نسائی صفحہ 81، مسند احمد باب النھی عن اتخاذ قبور الانبیاء والصالحین مساجد للتبرک والتعظیم، جلد 1 صفحہ 218، جلد 6 صفحہ 34، مسند دارمی)

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **قاتل الله الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد** "اللہ یہودیوں کو ہلاک کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا" (صحیح مسلم باب مذکور) جبکہ بعض احادیث میں "الیھود" کے ساتھ "النصاری" کا لفظ بھی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: **قاتل الله الیھود و النصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد** (مسند احمد جلد 4 صفحہ 151، باب النھی عن اتخاذ المساجد علی القبور، جلد 2 صفحہ 518) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں "الیھود و النصاری" کی جگہ "قوما" کا لفظ آتا ہے جس سے معلوم ہوا جو قوم بھی اس فعل بد کا ارتکاب کرے گی اس وعید کی مستحق ہو گی بلکہ ایک حدیث میں تو اس امت کا بھی ذکر ہے۔ ارشاد نبوی ہے : **قاتل الله قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحرم ذلک علی امته** "اللہ اس قوم کو غارت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں

کی قبور کو مساجد بنا لیا آپ ﷺ اس کام کو اپنی امت پر حرام قرار دیتے تھے" (مسند احمد جلد 2 صفحہ 284 نیز دیکھئے مسند احمد جلد 6 صفحہ 146) ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے : ان رسول الله ﷺ قال لعن الله اليهود و النصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد (صحیح مسلم کتاب الجنائز باب النھی عن بناء المسجد علی القبور...)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں : قال لي النبي ﷺ في مرضه الذي مات فيه ائذن للناس علي فاذنت قال : لعن الله قوما اتخذوا قبور انبيائهم مسجدا ثم اغمي عليه فلما افاق قال يا علي ائذن للناس علي فاذنت للناس فقال : لعن الله قوما اتخذوا قبور انبيائهم مسجدا . ثم اغمي عليه فلما افاق قال يا علي ائذن للناس علي فاذنت لهم فقال : لعن الله قوما اتخذوا قبور انبيائهم مسجدا (مجمع الزوائد جلد 2 صفحہ 27)

"مجھے نبی ﷺ نے اپنی آخری مرض میں ارشاد فرمایا کہ اے علی لوگوں کو میرے پاس بلاؤ چنانچہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی جب لوگ آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس قوم نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنایا ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی اور جب آپ کو ہوش آیا تو فرمایا : اے علی لوگوں کو میرے پاس بلاؤ چنانچہ میں نے بلایا جب لوگ حاضر ہو گئے تو اس وقت آپ نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔ پھر آپ پر دوبارہ غشی طاری ہو گئی۔ ہوش آنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی لوگوں کو میرے پاس بلاؤ۔ تو میں نے لوگوں کو (تیسری بار) بلایا' جب لوگ آ گئے تو (اس نازک حالت میں) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ لعنت کرے ایسی قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد بنا لیا"

ایک اور صحابی جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں : **سمعت النبی ﷺ قبل ان یموت بخمس وھو یقول انی ابرا الی اللہ ان یکون لی منکم خلیل فان اللہ قد اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا. ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا . الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد . الا فلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم عن ذلک.** ”میں نے نبی ﷺ کو وفات پانے سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا۔ میں اس بات سے اللہ کی طرف براءت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے‘ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ اگر میں نے اپنی امت سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا خبردار ! تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور نیک بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ کان کھول کر سن لو! تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا۔ میں تمہیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں۔“ (صحیح مسلم‘ کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب النھی عن بناء المسجد علی القبور .... حدیث 532 ‘ صحیح لابی عوانۃ جلد 2 صفحہ 401) معاملے کی نزاکت کا اندازہ فرمائیں کہ ایک کام سے رسول ﷺ نے سختی سے روکا‘ اور پھر فرمایا میں تمہیں ایسے کام سے منع کرتا ہوں

عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : ان رسول اللہ ﷺ قال :

اللھم لاتجعل قبری وثنا یعبد اشتدغضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ”رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ۔ اے اللہ ! میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی پوجا ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہو اس قوم پر جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا“۔ (موطا امام مالک کتاب قصر الصلاۃ فی السفر باب جامع

الصلاۃ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر قبر کو عبادت گاہ بنا لیا جائے تو وہ بھی بت کے درجے میں ہوگی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج "رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، قبروں پر مساجد بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے"۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

درباروں کی عمومی کیفیت دیکھ کر آدمی احادیث کا مفہوم اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ واقعتاً لوگ قبروں پر سجدہ ریز نظر آتے ہیں، صاحب قبر سے دعائیں کر رہے ہوتے ہیں اور نذر و نیاز پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ بظاہر تو یہی کہا جاتا ہے کہ ہم فاتحہ خوانی کے لیے آئے ہیں لیکن عملی طور پر دربار غیر اللہ کی عبادت کے اڈے بن چکے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ قبریں پکی ہیں اور ان پر قبے تعمیر کیے گئے ہیں۔ اگر یہ کچی اور عام قبروں کے درمیان ہوتیں تو لوگ ان کی وجہ سے شرک میں مبتلا نہ ہوتے۔ اس وجہ سے قبریں پکی کرنے، ان پر مزارات اور مساجد تعمیر کرنے سے روک دیا گیا، ان احادیث سے روگردانی کی وجہ سے امت مسلمہ بہت بڑے فتنے میں مبتلا ہو چکی ہے۔

جو لوگ اصحاب کہف کے واقعے سے دلیل لیتے ہیں کہ ان کی غار پر لوگوں نے مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا تھا جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ ان کا استدلال غلط ہے کیونکہ قرآن مجید ان لوگوں کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ ان لوگوں کا عقیدہ آخرت

کے متعلق کمزور ہو چکا تھا جیسا کہ اسی آیت میں ہے۔ "**لیعلموا ان وعداللہ حق وان الساعة لاریب فیھا**" اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو اس لیے اٹھایا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بے شک قیامت حتمی چیز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جنہوں نے مسجد تعمیر کرنے کا عزم ظاہر کیا وہ ارباب اقتدار تھے ان کے متقی اور پابند شریعت ہونے کا قرآن تذکرہ نہیں کرتا' احادیث میں یہود و نصاریٰ کی گمراہی اور قبروں پر شرک کرنے کا اور مساجد تعمیر کرنے کا بیان گزر چکا ہے۔ لہذا ان کا طرز عمل ہمارے لیے حجت نہیں جبکہ دوسری طرف ہماری شریعت میں قبروں پر مساجد تعمیر کرنے کی واضح ممانعت موجود ہے' لہذا ایسی دلیل جس میں متعدد احتمال ہوں اس کا مفہوم صریح احکام کو سامنے رکھ کر ہی متعین کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆
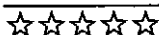
امیر حمزہ

سابق ایڈیٹر مجلہ "الدعوۃ"

بابا فرید کے مزار پر

۱۹ جولائی کی رات کو ساہیوال میں تقریر کی اور اگلے دن صبح میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پاک پتن پہنچا۔ بے پناہ رش میں ایک تنگ گلی سے ہو کر دربار میں پہنچے تو دائیں طرف ایک قدیم اور پرانا مزار دکھائی دیا اس کے اندر متعدد قبریں تھی ایک قبر سب سے بڑی تھی لوگ اس پہ سجدہ ریز تھے چومنے والے چوم رہے تھے میں نے اس قبر کا کتبہ پڑھا تو اس پر لکھا تھا "حضرت سید قطب عالم، موج دریا"۔

قطب کون ہوتا ہے؟ آٹا پیسنے والی چکی کے درمیان میں جو " کلی "یعنی محور ہوتا ہے اسے قطب کہتے ہیں۔ درباری زبان میں قطب عالم کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرت پوری دنیا کا محور ہے یعنی اسی حضرت کے بل بوتے پر اس دنیا کی گردش جاری ہے ۔۔۔۔۔جبکہ دنیا تو رہی ایک طرف اس قطب عالم کی قبر پر جو بہت بڑا اور قدیم گنبد ہے یہ اب بوسیدہ ہو چکا ہے کہیں یہ گر نہ پڑے اس خوف سے اس کے نیچے جگہ جگہ لکڑی کے عارضی ستون بنائے گئے ہیں۔ سوچ رہا تھا۔۔۔ یہ کیسا قطب عالم ہے کہ جس کا اپنا گنبد گرنے کو ہے ۔کیا اس کی قبر پر گزرنے والوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں آتی ۔۔۔؟ مگر سمجھ کا اس جگہ کام ہی کیا ہے یہاں تو حال یہ تھا کہ جو چادر اس قبر پر پڑی تھی اس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

تیرے در پہ سجدہ ریزی یہی میری بندگی ہے
کہ ذرا لیٹ کر رو لوں تیرے سنگ آستاں پہ

غرض لوگ اس قطب عالم کی قبر پر جو بابا فرید کا پوتا ہے سجدہ ریزی کر کے رو

رہے تھے موج عالم کی عبادت و بندگی بجا لا کر سفید پتھر کی بنی ہوئی قبر پر گر رہے تھے اور اوپر سے دراڑیں مارتا ہوا گنبد گرنے کو تھا چنانچہ ہم یہاں سے نکلے اور نکلتے ہی دائیں طرف بابا فرید کے مزار پر نظر پڑی دروازے کے اوپر یہ شعر دکھائی دیا۔

ہم نے یہ بندگی کا طریقہ بنا لیا

اپنے بابا کو یاد کیا سر جھکا لیا

بندہ اور بندگی: موج دریا بندہ تھا۔۔بابا فرید بھی ایک بندہ تھا۔۔۔یہاں جو لوگ نظر آرہے ہیں یہ بھی بندے ہیں پھر بندے اپنے جیسے بندوں کی بندگی کیوں کرتے ہیں؟ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ بندوں میں مقام و منزلت کا فرق ہے اور اسی سے دنیا کے حسن میں رنگ ہے ایک کا رنگ کالا ہے دوسرے کا گورا ہے ایک بدصورت ہے دوسرا خوبصورت ہے مگر ہیں تو دونوں بندے اسی طرح ایک ذہین ہے دوسرا کند ذہن ہے ایک عالم ہے دوسرا جاہل ہے ایک شخص نیک ہے دوسرا بد ہے مقام و منزلت کا یہ فرق تو ہے اس سے کون انکار کرتا ہے۔مگر اس فرق کے باوجود ہیں تو یہ سب بندے۔ ہیں تو سب آدم علیہ السلام کی اولاد سے۔۔۔تو پھر بندے ہی اپنے جیسے بندوں کی بندگی کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ ان بندں کو بنانے والا خالق کائنات اپنے بندوں کو ان کے بنانے کا مقصد بھی اپنے قرآن میں بتلا رہا ہے۔ ﴿وما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون﴾ انسانوں اور جنوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

یاد رکھئے! "عبد" کا معنی ہے بندہ اور بندہ وہی ہے جو اللہ کی بندگی کرے وہ بندہ کیسے ہو سکتا ہے جو کسی بندے کی بندگی کرے اور جس کی بندگی کی جائے بھلا وہ بندہ رہتا کہاں ہے وہ تو رب بن رہا ہے جبکہ رب ایک ہے اس کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے سب اسی کی بندگی کرنے والے اس کے بندے ہیں۔۔۔غور کیجیے! اللہ کے رسول ﷺ

سے بڑھ کر بھلا کس کا مقام ہے مگر آپ ﷺ بھی اللہ کے بندے ہیں اور اس وقت تک کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ کو وحدہ لاشریک اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا بندہ ماننے کا اقرار نہ کرے۔۔۔ ذرا کلمہ شہادت تو پڑھیئے! ﴿اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمدا عبده ورسوله﴾ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلا شبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ غور کیجیے! پہلے اللہ کے رسول کے بندہ ہونے کا اقرار ہے اس کے بعد رسالت کا اقرار ہے اور پھر قرآن میں جگہ جگہ اللہ نے اپنے آخری رسول کو بڑی محبت سے اپنا بندہ کہا ہے صرف ایک مقام ملاحظہ کیجیے۔ ﴿وانه لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا﴾ (الجن ۱۹) اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو (اللہ کو) پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ (مشرک) اس پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہوتے ہیں۔ تو جب اللہ کے آخری رسول بھی اللہ کے بندے ہیں اللہ کی بندگی کرتے ہیں اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔۔۔ تو پھر اور ایسا کون ہو سکتا ہے کہ جس کی بندگی کی جائے اس کو سجدہ کیا جائے اور اسکی عبادت و بندگی کا طریقہ بنایا جائے اور اس کی عبادت کرنے کے اشعار اس کے دربار پر کندہ کیے جائیں؟

تمام انبیاء کی گستاخی: یہ تو تھا اللہ کا مقابلہ۔۔۔ اللہ کی گستاخی اور اب اللہ کے رسول کی گستاخی ملاحظہ کیجیے! بابا فرید کے دربار کے دروازے کے اوپر پتھر کی تختی پر لکھا گیا ہے۔ "زبدۃ الانبیاء" عربی میں "زبدۃ" مکھن کو کہتے ہیں یعنی بابا فرید تمام نبیوں کا مکھن ہے۔۔۔ دودھ سے دہی بنا کر اسے بلو یا جائے اس میں پانی ڈال کر اسے "رڑکا" جائے تو مکھن اوپر آجاتا ہے۔ چھاچھ (لسی) نیچے رہ جاتی ہے۔۔۔ اب تمام انبیاء چھاچھ اور لسی بن گئے (نعوذ باللہ) اور یہ بابا فرید مکھن بن گیا۔۔۔ کیا نبیوں کی اس سے

بڑھ کر بھی کوئی توہین ہو گی اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اس سے بڑھ کر کوئی گستاخی ہو گی؟۔۔۔ پھر یہ ایسی گستاخی ہے کہ جسے سنگ مرمر کی سلیٹ پر کندہ کر کے دربار کے دروازے کے اوپر نصب کر دیا گیا ہے۔۔۔علی الاعلان یہ گستاخی، یہ جسارت ۔توہین کی یہ جرأت۔۔۔آہ ! یہ کیسا ملک ہے جس میں مقام انبیاء کا، منزلت مصطفےٰ کا تحفظ نہیں ہے۔۔ قانون تو موجود ہے۔۔۔اور وہ گستاخان پیغمبر کیلئے موت کی سزا ہے۔مگر اس پر عملدرآمد کون کرے گا نام نہاد ولایت کے مقدس پردے کو چاک کر کے کون یہ بتلائے گا کہ جو چور چور کی رٹ لگائے ہوئے ہیں یہ خود چور ہیں جو اہل توحید کے بارے گستاخ گستاخ کا راگ الاپے ہوئے ہیں یہ سب سے بڑے گستاخ ہیں۔۔۔ "زبدۃ الانبیاء" کی گستاخانہ تختی کے اوپر ایک شعر پر جب میری نگاہ پڑی تو بے ساختہ میری زبان سے یہ نکلا ۔۔۔اللہ کے، اس کے رسول کے اور رسول معظم کے جلیل القدر صحابہ کے یہی لوگ تو گستاخ ہیں۔۔۔ بے شک یہی گستاخ ہیں۔۔۔ یہ شعر آپ بھی ملاحظہ کیجئے اور پھر انصاف کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھام کر فیصلہ کیجئے کہ گستاخ کون ہے؟

اللہ محمد چار یار۔۔۔ حاجی خواجہ قطب فرید

ایک شعر کے دو پلڑے ہیں ایک پلڑے میں اللہ ہے وہ اللہ کہ قیامت کے روز جس کی مٹھی میں ساری زمین ہو گی اور اس کے داہنے ہاتھ پر ساتوں آسمان ہوں گے اللہ انہیں بار بار اچھالیں گے اور فرمائیں گے۔ این ملوك الارض ۔ زمین کے بادشاہ کہاں ہیں آج؟

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت جبرائیلؑ اور میکائیلؑ آئے انہوں نے میرا وزن ایک آدمی کے ساتھ کیا میرا پلڑا بھاری رہا پھر دو کے ساتھ، پھر دس، سو اور ہزار کے ساتھ اور پھر تمام انسانوں کے ساتھ وزن کیا تو تب بھی

میرا پلڑا بھاری رہا حتی کہ آسمان اور زمین کا وزن کیا گیا تو تب بھی میرا پلڑا بھاری رہا۔

ایسے ہی تمام انبیاء کے بعد عالم انسانیت میں کوئی سب سے بڑی ہستی ہے تو وہ صدیق اکبر کی ہے ان کے بعد فاروق اعظم پھر عثمان غنی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنھم کے مقامات ہیں۔

گستاخی ملاحظہ کیجئے! اب اللہ، اسکے رسول اور آخری رسول سمیت اس کے جلیل القدر صحابہ سب ایک پلڑے میں ہیں اور دوسرے میں اکیلا بابا فرید ہے۔۔۔آہ! ان گستاخیوں پر زبانیں گنگ کیوں ہیں خاموشی کس لئے؟ سکوت کا آخر سبب کیا ہے؟ کیا اسلئے کہ یہ گستاخیاں ایک دربار سے متعلق ہیں وہ دربار کہ جو حکومت کی سرپرستی میں ہے محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے نام نہاد ولایت کی چادر میں لپٹا ہوا ہے اب حکومت ہی بتلائے کہ اللہ کی گستاخی اس کے رسولوں کی گستاخی اور امام الانبیاء ﷺ سمیت آپ کے صحابہ کی گستاخی کا مقدمہ کس پر چلایا جائے؟ بہر حال مقدمہ چلے نہ چلے ہم تو محبان پروردگار کو اللہ کے رسول کی محبت میں سرشار مسلمانوں کو صحابہ کا پیار اور الفت دل میں سجانے والوں کو یہ بتلائے دیتے ہیں۔۔۔ باخبر کر رہے ہیں کہ گستاخ کون ہے؟ محبّ کون ہے؟ حقائق تمہارے سامنے ہیں۔ فیصلہ تمہارا اب تمہارے ہاتھوں میں ہے اس کے بعد تمہارا جس کو جی چاہے گستاخ کہہ لو جس کو دل چاہے محبّ کہہ لو۔ اللہ دیکھ رہا ہے جو عنقریب انصاف کرنے والا ہے۔

بہشتی دروازہ: بابا فرید کی قبر جس گنبد میں ہے اس کے دو دروازے ہیں ایک دروازے کو جنت کا دروازہ کہا جاتا ہے اور یہ صرف عرس کے دنوں میں کھلتا ہے عرس کے دنوں میں اس دروازے سے ہو کر دوسرے دروازے سے لوگ باہر آجاتے ہیں اسے نوری دروازہ کہتے ہیں یہ دروازہ سال بھر کھلا رہتا ہے۔۔۔ ہم بہشتی دروازے کی طرف گئے تو

اس کو دو تالے لگے ہوئے تھے سامنے ڈیوڑھی تھی اور تینوں جانب جنگلا تھا اس جنگلے کے سامنے پھر چاروں طرف بڑا سا جنگلا بنایا گیا ہے اوپر چھت ڈال کر ہال کمرہ سا بنا دیا گیا ہے یہاں مرد اور عورتیں بیٹھے تھے اور بہشتی دروازے کو دیکھ رہے تھے دعائیں مانگ رہے تھے التجائیں کر رہے تھے اس دروازے پر عبارت اس طرح کندہ کی گئی ہے۔

باب جنت

﴿من دخل هذا الباب امن﴾ حسب الا رشاد جناب سرور کائنات ﷺ

ایک جنت وہ ہے جسے پروردگار عالم نے اپنے اہل توحید بندوں کے لیئے بنایا ہے۔۔۔اب چونکہ رب کے مقابلے میں رب بننے کا مقابلہ اس دنیا میں جاری ہے تو جو رب کے کام ہیں ان کا مقابلہ کیوں نہ کیا جائے چنانچہ اللہ کی جنت کے مقابلے کیلئے زمین پر ایک درباری جنت بنادی گئی اور دروازے پر یہ لکھ دیا گیا۔

فردوس کہ جزو زمین است
ہمیں است ہمیں است ہمیں است

زمین کا وہ حصہ جو فردوس ہے وہ یہی ہے یہی ہے یہی ہے۔

آسمانی اور زمینی جنت کا فرق: جو جنت اللہ نے بنا رکھی ہے اہل توحید جب اس کے دروازوں کے پاس پہنچیں گے تو ان کے استقبال کا منظر کچھ اس طرح ہو گا ﴿حتی اذا جاء و ھا و فتحت ابو ابھا و قال لھم خز نتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین﴾ (الزمر ۷۳) ترجمہ : حتی کہ جب وہ جنت کے پاس آ جائیں گے اور اس کے دروازے پہلے ہی کھولے جا چکے ہوں گے تو اس کے دربان ان سے کہیں گے سلام ہو تم پر بڑے اچھے رہے تم اب اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تشریف لے جاؤ۔اب اس مصنوعی اور زمینی جنت پر لوگوں کی خواری اور ذلت ملاحظہ کیجئے!

گرمی کا موسم ہے دربار سے لے کر شہر کے بازار سے ہوتے ہوئے چند کلو میٹر تک لوگ ساری ساری رات سارا سارا دن بھوکے پیاسے بہشتی لائن میں لگے ہوئے ہیں پسینے میں شرابور، گرمی نے برا حال کر رکھا ہے اور ادھر ان میں سے جو کوئی " بہشتی دروازے" کے قریب پہنچتا ہے تو وہاں کے انسانی داروغے رش کی وجہ سے بہشتیوں پر لاٹھیاں برساتے ہیں جو آگے پہنچ پاتے ہیں انہیں متعدد ہاتھ اچک لیتے ہیں کوئی دھکا دیتا ہے کوئی لاٹھی مارتا ہے کوئی اٹھا کر اندر دربار میں پھینکتا ہے اور کوئی اسے جلدی سے نوری دروازے سے باہر دھکیل دیتا ہے اس دوران کئی بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ کپڑے پھٹ جاتے ہیں چشمے ٹوٹ جاتے ہیں کئی زخمی ہو جاتے ہیں اور کئی دم گھٹ کر مر بھی جاتے ہیں۔

بہشتی یا جہنمی دروازہ: آسمانی اور زمینی بہشتی دروازوں کا فرق تو آپ نے ملاحظہ کرلیا۔۔۔حقیقت یہ کہ یہ زمینی بہشت جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس دروازے پر یہ لکھ دیا گیا ہے "حسب الارشاد سرور کائنات ﷺ" تو کہاں فرمایا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے کہ بابا فرید کی قبر کا دروازہ بہشتی دروازہ ہو گا؟ اپنے جن صحابہ کو اللہ کے رسول ﷺ نے اس دنیا کی زندگی میں جنت کی خوشخبریاں سنائیں۔ ان کی قبروں پر کوئی بہشتی دروازہ نہ بن سکا اللہ کے رسول ﷺ کے روضہ مبارک پر کوئی بہشتی دروازہ نہیں ہے تو یہ سات سو سال بعد بہشتی دروازہ اور وہ بھی اللہ کے رسول کے فرمان کے مطابق کیسے بن گیا ایسی من گھڑت باتوں کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کرنے والوں کو اللہ کے رسول کا یہ فرمان ملاحظہ کر لینا چاہیئے۔ فرمایا:

﴿من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار﴾ (بخاری) جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

اب اللہ کے رسول ﷺ اور بابا فرید کے درمیان سات صدیوں کا فاصلہ ہے تو

اس سے بڑھ کر اللہ کے رسول پر کیا جھوٹ ہو گا کہ آپ کے فرمان پر یہ بہشتی دروازہ بنایا گیا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خواب میں نظام الدین اولیاء کو یہ دروازہ بنانے کا حکم دیا ہے یا یہ کہ " نظام الدین اولیا دہلوی نے بچشم باطن دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ بمع اصحاب و آل اطہار اور اولیاء عظام روضہ بابا صاحب کے مشرقی دروازہ سے نکل کر جنوب و مشرقی گوشہ پر تشریف فرما ہیں اور اس جگہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں: اے نظام الدین۔۔۔ تو با آواز بلند یہ کہہ دے اور بشارت مغفرت جن و انس کو سنا دے کہ ہم کو رب العزت سے فرمان ہوا ہے کہ جو کوئی اس دروازے سے گزرے گا امان پائے گا (روزنامہ پاکستان ۹۱-۷-۲۱)

تو ایسی باتیں کرنے والوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دین قرآن و حدیث کا نام ہے اور وہ مکمل ہو چکا ہے ایسے خواب مکاشفے اور چشم باطن کی صوفیانہ اور درباری باتیں بالکل باطل اور شیطان کے جال ہیں جبکہ وہ قرآن و حدیث کے نہ صرف صریحا مخالف ہیں بلکہ اسلامی شعار کی اہمیت و تقدیس کو بھی کم کرنے کی سازش ہیں۔

غور کیجئے! اللہ کے رسول ﷺ کی طرف نسبت کر کے یہ کہنا کہ آپ نے اس درباری دروازے کو باب بہشت کہا ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں یہ دربار جہنم کے دہکتے ہوئے انگارے سے بھی بڑھ کر ہیں ملاحظہ کیجئے آپ کا فرمان ان درباروں اور آستانوں کے بارے میں ۔ ﴿قال رسول الله ﷺ لان يجلس احد كم على جمرة فتحرق ثيا به فتخلص الى جلده خير له من ان يجلس على قبر﴾ (مسلم) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے اور وہ انگارا اس کے کپڑوں کو جلا دے پھر اس کے بدن کو جا لگے تو یہ انگارا اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قبر کا مجاور بنے۔

ذرا انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے کہ یہ فریدی دروازہ جنت کا دروازہ ہے یا کہ جہنم کا۔۔۔کوئی بے شک اسے جنت کا دروازہ کہتا رہے مگر اللہ کے رسول کے فرمان کے مطابق یہ جہنم کا دروازہ ہے اور جیسے یہاں دھکے پڑتے ہیں قیامت کے روز بھی جہنم کے دروازے پر جہنمیوں کو اللہ کے موحد فرشتے ایسے ہی دھکے دیں گے۔ اس روز انہیں دھکے مار مار کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

کعبے کا مقابلہ: اللہ تعالی اپنے گھر کعبے کے بابرکت اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ **ومن دخلہ کان امنا** (آل عمران ۷) "اور جو اس میں داخل ہو گیا اسے امن مل گیا:"۔ اور یہ امن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے وقت سے یعنی چار ہزار سال سے جاری ہے اب اس بیت اللہ کا مقابلہ قرآن کی آیت کا مقابلہ اور فرمان الٰہی کا مقابلہ کرنے کیلئے درباری بہشتی دروازے پر عربی میں جملہ لکھ دیا گیا ہے۔ ﴿**من دخل ھذا الباب امن**﴾ جو اس دروازے سے داخل ہو گیا اسے امن مل گیا۔

جنت کا ٹکٹ: عیسائیوں کے پوپ پادری جنہیں یورپ میں مذہبی، اقتصادی اور سیاسی اقتدار حاصل تھا انہوں نے جنت کے ٹکٹ بنا کر بیچنے شروع کر دیئے اب ان ٹکٹوں کا اجراء درباری صوفیوں کی طرف سے بھی شروع ہو گیا ہے۔۔۔محکمہ اوقاف کی طرف سے بہشتی دروازہ گزرنے کے لیے باقاعدہ ٹکٹ جاری کیا جاتا ہے جو کہ صرف وزراء، اراکین اسمبلی، صحافی اور مالدار حضرات کیلئے مخصوص ہوتا ہے پاکپتن کے اہل توحید ساتھیوں نے ایک ٹکٹ میرے لیے بھی حاصل کر لیا تھا جس کو یہ ٹکٹ مل جائے اسے میلوں لمبی لائن میں لگنے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اس بہشتی پاس کے بل بوتے پر بہشتی دروازہ پار کر سکتا ہے۔۔۔۔ تو یہ ہے درباری جعلی بہشتی دروازہ جہاں امیر اور غریب کا امتیاز روا رکھا گیا

ہے۔۔۔اور جو اصلی آسمانی بہشت ہے تو اس کے بارے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔
عن ابی هريرة ان رسول اللهﷺ قال: يدخل فقراء المسلمين الجنة قبل اغنياء هم بنصف يوم وهو خمسمائة ﴾ (ترمذی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ " غریب مسلمان امیر مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے اور وہ قیامت کا آدھا دن پانچ سو سال کا ہوگا۔"

یہ تو اس امیر کی بات ہے جو جنتی ہے جبکہ وہ امیر اور سیٹھ آدمی جو کہ جہنمی ہے اسے جب اسکا اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ یوں چیخ وپکار کرے گا۔ ﴿یالیتها كانت القاضية ما اغنى عنى ماليه هلک عنی سلطانیه ﴾ (الحاقه ۲۵.۲۶) "اے کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہو جاتی آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا سارا جاہ و جلال ختم ہو کر رہ گیا۔"تب اللہ فرمائیں گے فرشتوں کو ﴿خذوه فغلوه ثم الجحيم صلوه ثم فی سلسلة ذر عها سبعون ذراعا فاسلکوه﴾ (الحاقه ۲۷ تا ۲۹) " پکڑو اسے اس کی گردن میں طوق ڈال دو پھر اسے جہنم میں جھونک دو پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔"

پھر اسے مذاق کرتے ہوئے کہا جائے گا۔ ﴿ذق انک انت العزيز الكريم﴾ (الدخان ۴۹)" اب مزا چکھ کہ تو بڑا زبردست عزت دار ہے"جبکہ رہے وہ مسکین لوگ جو کہ توحید والے اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے ہیں اور اس دنیا میں دنیا دار لوگ انہیں غلام، کمین اور بے وقعت خیال کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔تو قیامت کے روز اللہ ان کے سر پر بادشاہی کا تاج رکھ دیں گے اور دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گی کہ یہ تھا دنیا میں بے وقعت آدمی کہ جسے اللہ نے آج جنتوں کا بادشاہ بنا دیا ہے۔۔۔۔۔تو اے غریبو اور مسکینو! کس قدر قابل ترس ہو تم لوگ کہ اس دنیا کے مزے بھی نہ اڑا سکے

اور درباری بہشتی دروازے سے گزر کر تم اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے کی تیاریاں بھی کر رہے ہو۔۔۔۔۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ایسے برے بختوں پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے جس قدر افسوس کیا جائے تھوڑا ہے جس قدر حسرت کے آنسو بہائے جائیں قلیل ہیں۔

علی صابر کلیری کا حجرہ: بابا فرید کے وسیع دربار میں ایک حجرہ دکھلائی دیا لوگوں کا یہاں بے پناہ رش تھا چنانچہ ہم اس حجرے کے پاس گئے تو اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

"حجرہ مبارک حضرت مخدوم پاک سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری ختم اللہ ارواح سلطان الاولیاء قطب عالم غیاث الاغیاث ہژدہ ہزار عالمین۔"

تصوف کے سینہ بہ سینہ انسائیکلو پیڈیا میں کل جہانوں کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے اور ان اٹھارہ ہزار جہانوں کے جو غوث (فریاد رس) ہیں ان غوثوں یعنی فریاد رسوں کا سب سے بڑا غوث یعنی فریادرس یہ علاؤ الدین علی احمد صابر ہے یہ اللہ کی روحوں پر مہر ہے ولیوں کا سلطان اور جہاں کا قطب ہے۔۔۔ اس کا ہے یہ حجرہ۔

حجرے میں کیا ہوتا تھا؟ یہ علی احمد صابر بابا فرید کا بھانجا ہے سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق بابا صاحب ایک کچے دھاگے کے ساتھ (نہ جانے ولایت کے کس جرم کی پاداش میں) بارہ سال تک ایک کنویں میں الٹے لٹکے رہے کچے دھاگے کے ساتھ کوئی لٹک سکتا ہے یا نہیں۔ عقل اس بات کو مانتی ہے یا نہیں۔ درباری تصوف کو اس سے کوئی غرض نہیں اسے تو بس کرامتوں سے غرض ہے اور وہ سینہ بہ بسینہ ہوتی ہیں اس کے بارے دلیل نہیں پوچھی جاتی تو غرض بابا صاحب کی عدم موجودگی میں ۔۔۔۔۔ لنگر تقسیم کرنے کی ڈیوٹی بھانجے صاحب کے سپرد ہوئی وہ گیارہ سال سات ماہ اور کچھ دن یہاں لنگر تقسیم کرتے رہے۔۔۔ ایک روز بابا صاحب کی بہن یہاں آئیں انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ تو سوکھ کر کانٹا بن گیا ہے بھائی سے یعنی بابا سے شکایت کی بابا نے بھانجے سے اس کا

سبب پوچھا تو انہوں نے کہا آپ نے لنگر تقسیم کرنے کو کہا سو میں کرتا رہا آپ نے کھانے کا حکم ہی نہیں دیا سو میں نے بارہ سال کھایا ہی نہیں ۔۔۔۔ یہ داستان ہے اس حجرے کے شان نزول کی ۔۔۔۔۔ اب بارہ سال نہ کھانے کی بات گھڑ کر لوگ بھلا اسے انسان کب رہنے دیں گے۔۔۔ آپ القاب تو دیکھ چکے کہ ان کے ذریعہ اسے رب بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔۔۔ مگر شاید ابھی کچھ ابہام باقی تھا جو مزید دور کردیا گیا۔۔۔ اور یہ کس طرح دور کیا گیا آپ اشعار اور تحریر جو کہ اس حجرے کے اردگرد علی احمد کے بارے کندہ ہے اسے ملاحظہ کیجئیے!

علی دروازہ احمد کا در احمد ہے اللہ ہو

علی احمد ہے اللہ ہو علی احمد ہے اللہ ہو

یعنی علی احمد ہی تو ہے جو وہ اللہ ہے اور پھر اس جعلی رب کو یوں مخاطب کیا گیا ہے۔

مولا کریم صابر ۔ داتا کریم صابر

آقا کریم صابر ۔ شاہوں کے شاہ صابر

جعلی رب کی بیوی جل کر خاکستر ہوگئی: بابا فرید کی بہن یعنی علی احمد کی ماں نے اپنے بیٹے کے لیے اپنے بھائی سے رشتہ مانگا بابا نے انکار کیا مگر بہن نہ مانی آخر رشتہ ہوگیا علی احمد کا نکاح حضرت بابا فرید الدین کی صاحبزادی خدیجہ بی بی عرف شریفہ سے ہوگیا۔ دلہن کو حجرہ عروسی میں پہنچا دیا گیا تہجد کے وقت جب علی احمد صابر کو مراقبہ فنا سے فرصت ملی تو خدیجہ بی بی سے پوچھا تو کون ہے۔۔۔؟ عرض کی آپ کی زوجہ تب علی احمد صابر نے فرمایا۔۔۔ "خدا تو فرد ہے زوجہ سے کیا کام"۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً زمین میں آگ پیدا ہوئی اور خدیجہ کا جسم جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگیا۔

اس داستان پر ذرا غور کیجئیے! علی احمد صابر بابا فرید کا خلیفہ ہے پھر بھانجا ہے پھر ان کے حکم سے لنگر تقسیم کرتا رہا ہے ماموں نے ہی بھانجے کو ولایت کا پروانہ دیا ہے

۔۔۔مگر بھانجا رب بن گیا اور ماموں بابا فرید جو کہ بھانجے سے کہیں بلند مرتبہ ہے اس کا خون اس کا لخت جگر اس کی صاحبزادی آگ میں جل کر ڈھیر ہوگئی گنج شکر (لوگوں کے اعتقاد کے مطابق) کی بیٹی اپنے باپ کے مرید کا جلوہ برداشت کیوں نہ کر سکی کیا وہ گنج شکر کی بیٹی نہ تھی بابا فرید کا خون نہ تھی؟ ۔۔۔ اگر تھی تو پھر جل کر راکھ کا ڈھیر کیوں ہوئی۔۔۔ اس دربار کے مریدوں کو غور کرنا چاہیئے اس فلسفے پر۔

گنج فریدی کے حیا سوز مناظر: علی احمد صابر جسے رب بنا دیا گیا اس کا اصل دربار تو ہندوستان کے شہر کلیر میں ہے وہاں نہ جانے کیا ہوتا ہوگا مگر وہاں جو کچھ ہوتا ہوگا اس کا اندازہ اس حجرے پہ ہونے والے مناظر سے کیا جاسکتا ہے ایک شعر اس حجرے پہ یوں بھی درج تھا۔

مخدوم کا حجرہ بھی گلزار مدینہ ہے
یہ گنج فریدی کا انمول نگینہ ہے

آیئے اب گنج فریدی کے نگینے ملاحظہ کیجئے مخدوم صابر پیا کے حجرے کی چوکھٹ پر لوگوں کا ہجوم تھا عورتیں بھی مردوں میں ایک جگہ بیٹھی تھیں۔ ایک لمبے چوغے والا ملنگ عورتوں کے پاس بیٹھا تھا قوال موسیقی کی دھنوں میں شرکیہ اشعار کے راگ الاپ رہے تھے نوٹوں کی بارش ہو رہی تھی۔۔۔۔ بیٹھے بیٹھے بابے پر وجد طاری ہوگیا وجد میں ہی اس نے پاس بیٹھی ایک عورت کے سر کو پکڑا گالوں کو تھپتھپایا پھر اٹھ کر دھمال ڈالنی شروع کر دی پھر حجرے کو سجدہ کرنے لگا ہم سے گنج فریدی کا یہ انمول اور حیا سوز منظر دیکھا نہ گیا۔۔۔ پیچھے مڑے تو ڈھول کی تھاپ پر ایک نوجوان رقص کر رہا تھا۔۔۔ اس دوران ایک اور نوجوان پر وجد طاری ہوگیا حق فرید یا فرید کے نعرے بلند ہونے لگے اور وہ اس حجرے سے سجدہ کر کے بابا فرید کے دربار کی طرف منہ کر کے تپتے ہوئے سنگ مرمر کے فرش پر اپنا ماتھا اور ناک گھسیٹتا ہی چلا گیا اس کی چمڑی ادھڑ چکی تھی۔۔۔ بے ہوش ہوگیا

۔۔لوگوں نے پکڑا اور پھر دیوانوں کی طرح لڑکھڑانے لگا۔۔ اب ہم اس حجرے کے ساتھ ایک بہت بڑے ہال کمرے میں داخل ہو گئے یہاں عورتیں مرد سب اکٹھے آرام کر رہے تھے کوئی سو رہا تھا کوئی بیٹھا تھا کئی عورتیں بھی فرش پر سو رہی تھیں۔ گنج فریدی کے یہ مخلوط مناظر نہ جانے رات کو کیا رنگ لاتے ہوں گے ہم یہ سوچ کر جگہ کی تنگی کی بنا پر عورتوں مردوں کو پھلانگتے ہوئے ایک ملنگ کے پاس جا پہنچے بھائی سیف اللہ صاحب اسے تبلیغ کرنے لگے ان مخلوط مناظر کو غیر شرعی بتلانے لگے۔۔۔تو جلال میں آ کر کہنے لگا۔۔۔ میں جانتا ہوں تم کون ہو؟ تم کس اللہ کی بات کرتے ہو؟ ہم کسی اللہ کو نہیں جانتے ہم تو اپنے پیر کو جانتے ہیں۔ اور یہ جو تم نے عورتوں مردوں کی رٹ لگا رکھی ہے تو آخر عورتوں کے بنانے کا مقصد کیا ہے۔۔۔ یہ کس لیے بنی ہیں۔۔۔۔غرض وہ کوئی اصلاح کی بات سننے سمجھنے کی حالت میں ہی نہ تھا چنانچہ ہم جلدی جلدی اس گندی جگہ سے باہر نکل آئے کہ جہاں اللہ کی بھی گستاخی اور شرم و حیا کی بھی تباہی اور بربادی تھی۔

یہاں سے نکلنے کے بعد گنج فریدی کا ایک اور نگینہ ہم نے اس دربار پر عورتوں والی جگہ پر دیکھا۔۔۔ ایک عورت بال بکھیرے ہوئے وجد کی حالت میں تھی مرد بھی یہاں موجود اس منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔۔تو یہ تھے گنج فریدی کے چند انمول نگینے جو ہم دیکھ پائے۔۔۔۔ گنج شکر کی وہ خود ساختہ کرامت کہ جس کے بارے میں مشہور ہے کہ بابا فرید کے کہنے سے نمک شکر ہو گیا تھا اور شکر نمک ہو گئی تھی اسے سنا تو سب نے ہے دیکھا کسی نے نہیں مگر دربار پر بے حیائی کے یہ انمول تحفے حیا سوزی کے یہ نگینے، شرک کے یہ خزانے رقص و سرود کے یہ شکری گنج یہاں ضرور دیکھے جا سکتے ہیں۔ جبکہ اس دربار کی مسجد جو کہ بہت بڑی ہے اسے دیکھا تو ویران پڑی تھی دربار پر لاکھوں دنیا موجود تھی مگر یہاں کوئی ایک بھی نہ تھا جو مسجد میں دکھائی دے۔

آخری بات: اللہ جانتا ہے۔۔۔۔ کہ اس مخلوق کی دنیوی اور اخروی بربادی کا یہ حال

دیکھا نہیں جاتا اور اسے دیکھ کر میرا منظر عام پہ لانے کا مقصد یہ ہے کہ میں علماء وقت اور جذبہ توحید سے سرشار نوجوانوں کو یہ احساس دلاؤں۔۔۔ کہ تم کب تک صرف مسجدوں میں محصور رہو گے محض مدرسوں کی چٹائیوں کے ساتھ چمٹے رہو گے۔۔۔تم مزاروں، پارکوں، چوراہوں، کلبوں اور مختلف ایوانوں میں کب پہنچو گے لاکھوں دنیا گمراہ ہو رہی ہے انہیں ہدایت کی طرف بلانے کی ذمہ داری کس پر ہے وہ ایک سجدہ جو غیر کے سامنے ہزاروں سجدوں سے نجات دلاتا ہے اس سجدے کی خبر اس گمراہ مخلوق کو کون دے گا؟

اے داعیان کرام، اے مبلغین۔۔۔ اے واعظین محترم۔۔۔ ان لوگوں کی ہمدردی سے تمہارے سینے کب ابلیں گے اس طرح سے کہ جس طرح داعی برحق محمد رسول اللہ ﷺ کا سینہ ان کی گمراہیوں پر کڑھتا تھا۔۔۔ اللہ اپنے پیغمبر کی اس کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں: **فلعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا (الکھف ٦)**

اے میرے رسول ﷺ شاید کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس دعوت توحید پر ایمان نہ لائے۔۔۔۔

تو اے داعیان کرام ! موجودہ گمراہیاں جنہیں آپ نے گزشتہ صفحات پر ملاحظہ کیا ہے۔ انہیں دیکھ کر بھی اگر آپ کے سینے میں ہمدردی پیدا نہیں ہوتی، داعی برحق کے پیارے سینے کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ تو پھر یاد رکھیے۔۔۔ داعی کے جس منصب پر آپ فائز ہیں عنقریب آپ اللہ کے ہاں اس کے جوابدہ ہیں۔ جواب سوچ رکھیے!

از افادات۔بطل اسلام سید داوٗد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

شیطانی تعلیم کے درجہ بدرجہ اسباق

شیطان کس طرح انسان کو شرک کے فتنے میں مبتلا کرتا ہے اور کس طرح درجہ بدرجہ انسان شیطانی تعلیم سے متاثر ہو کر اس کے جال میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسے جیسے امت کتاب وسنت کی تعلیم سے محروم ہوتی چلی گئی ایسے ہی شیطان اور اس کے متبعین کا اقتدار وتسلط بڑھتا گیا اور اس کے مکروفریب میں نادان اور بے خبر لوگ مبتلا ہوتے گئے۔ شیطان کی فریب کارانہ چالیں یا اس کی درجہ بدرجہ تعلیم پہلے بیان کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ تمام طریقے بیان کئے جائیں گے جو نبی ﷺ نے اس فتنے سے بچنے کے لئے ارشاد فرمائے ہیں۔

پہلا سبق: سب سے پہلے شیطان اپنے مرید کو یہ سکھاتا ہے کہ قبر کے پاس دعا کرنی چاہئے اور وہ قبر کے پاس جا کر عاجزی اور دل سوزی سے دعا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ قبر کی وجہ سے نہیں اس کی عاجزی اور ذلت کی وجہ سے اس کی دعا قبول کر لیتا ہے کیونکہ اگر وہ اس سوز وگداز سے دکان، شراب خانے، حمام یا بازار میں بھی دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر لیتا۔ جاہل آدمی تو یہی سمجھتا ہے کہ اس دعا کی قبولیت میں قبر کا بڑا دخل ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر لاچار شخص کی دعا قبول کرتا ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کی دعا قبول کرتا ہے اس سے راضی ہوتا ہے اور اس کو دوست رکھتا ہے یا اس کے فعل کو پسند کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نیک و بد، مومن وکافر، ہر دو کی دعا قبول کرتا ہے۔

دوسرا سبق: اب وہ اس کو کہتا ہے کہ جو کچھ مانگنا ہے اس قبر والے بزرگ کے طفیل

مانگو اور اللہ تعالیٰ کو اس مقرب بندے کی قسم دو تو تمہاری دعا ضرور قبول ہو گی اور یہ پہلے سبق کے مقابلہ میں زیادہ برا فعل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند ہے کہ اس کو کسی بندے کی قسم دی جائے یا کسی بندے کے طفیل اس سے کچھ مانگا جائے۔

تیسرا سبق: جب اس شخص کے دل میں یہ بات ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ اس بزرگ کی قسم اللہ تعالیٰ کو دینے اور اس کے طفیل یا اس کے حق سے دعا مانگنے میں اس کی بہت عزت اور تعظیم ہے اور حاجتوں کے پورا کرنے میں یہ زیادہ مؤثر ہے تو پھر شیطان اس کو تیسرا سبق پڑھاتا ہے اور وہ یہ کہ خدا کے سوا اب اسی بزرگ سے مانگو اور اسی کی نذر و نیاز دیا کرو۔

چوتھا سبق: پھر اس کے بعد دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس بزرگ کی قبر کو بت بنایا جائے اور اس پر بیٹھا جائے۔ اس پر قندیل اور شمع جلائی جائے اور اس پر پردے لٹکائے جائیں اور اس پر مسجد بنائی جائے اور سجدہ اور طواف اور بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے اور اس کا قصد کرنے اور اس کے پاس جانور ذبح کرنے سے اس کی عبادت کی جائے۔

پانچواں سبق: پھر صرف ایک درجہ باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف بلایا جائے اس پر میلے لگائے جائیں اور اعمال حج اس جگہ اس قبر والے کے لئے ادا کیے جائیں (بلکہ حج بیت اللہ سے اس کے میلے کو بہتر سمجھا جائے۔ چنانچہ بہت سے جاہل کہتے ہیں کہ خواجہ اجمیر شریف کے ایک میلے کے کرنے سے سات حج کا ثواب ملتا ہے وغیرہ وغیرہ) اور ان کو یہ سمجھایا جائے کہ یہ سب امور ان کے لئے دنیا اور آخرت میں بہت مفید ہیں۔

شیخ ابن قیم رحمہ اللہ ''اغاثہ'' میں امام ابن تیمیہؒ سے نقل کرتے ہیں۔

قبروں کے پاس جو بدعات کی جاتی ہیں، ان کے کئی درجے ہیں۔ سو شریعت

سے بہت دور یہ ہے کہ انسان مردے سے اپنی حاجت طلب کرے اور اس سے فریاد رسی چاہے، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں اور یہ لوگ بت پرستوں کی جنس ہیں۔ اس لئے بعض اوقات شیطان اس مردے کی شکل میں ان کے سامنے آتا ہے۔ جیسا کہ بت پرستوں کے سامنے بھی ان کے معبود کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ پس جب کوئی بت پرست اپنے معبود کو جس کی وہ تعظیم کرتا ہے، بلائے تو شیطان اس کی شکل اختیار کر کے اس کے سامنے موجود ہوتا ہے، اور بعض اوقات غائب امور کے متعلق ان سے کلام کرتا ہے کیونکہ شیطان بنی آدم کے گمراہ کرنے میں مقدور بھر کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ سورج، چاند اور ستاروں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں۔ ان کے سامنے بھی شیطان انسانی شکل میں آ کر کلام کرتا ہے اور بعض باتیں بتا جاتا ہے اور وہ لوگ ان کو ستاروں کی روحانیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ شیطان ہوتا ہے۔ اگر چہ وہ بعض مقصدوں میں انسان کی مدد بھی کرتا ہے لیکن اس کو اس سے کئی گنا نقصان بھی پہنچا دیتا ہے۔

اس طور پر قبروں کے پاس قبر پرستوں پر بھی کئی حالات ظاہر ہوتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کرامات ہیں اور درحقیقت وہ شیطان کا فریب ہوتا ہے مثلاً جس مردے کی کرامت کا لوگوں کو گمان ہوتا ہے۔ جب کوئی مرگی والا مریض اس کی قبر کے پاس لا کر ڈالا جاتا ہے تو جن (شیطان) اس سے اتر جاتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے۔

شیطان کی ان فریب کاریوں سے بچنے کیلئے نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو جو احتیاطی تدابیر بتلائی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو فکری و علمی گمراہی سے بچا جا سکتا ہے۔

آپ ﷺ نے درج ذیل وسائل و ذرائع اپنانے کا حکم دیا ہے:

پہلا ذریعہ: قبروں کو مساجد بنانے سے منع فرمایا: جیسا کہ صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ

ﷺ کی وفات سے پانچ روز پیشتر سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے، خبردار! قبروں کو مسجدیں نہ بنانا میں تم کو منع کرتا ہوں''۔

دوسرا ذریعہ: قبروں پر چراغ جلانے سے منع فرمایا، امام احمد اور اہل سنن نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور ان پر مسجدیں بنانے والوں پر اور چراغ جلانے والوں پر لعنت کی، جس فعل پر نبی اکرم ﷺ کریں، وہ کبیرہ گناہ ہوتا ہے اور فقہاء نے ایسے فعل کو صراحتاً حرام کہا ہے۔

تیسرا ذریعہ: نبی اکرم ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے، ان پر لکھنے اور ان کی کھدائی سے نکلی ہوئی مٹی سے زائد مٹی ڈالنے سے منع فرمایا جیسا کہ سنن ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبروں کو پکا کرنے، ان پر لکھنے اور زائد مٹی ڈالنے سے منع فرمایا۔

چوتھا ذریعہ: قبر کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قبروں کے اوپر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو، نیز مسند احمد اور کتب سنن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمام زمین مسجد ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے۔

بت پرستی کی ابتداء چونکہ قبور سے ہوئی ہے لہٰذا ان میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

پانچواں ذریعہ: آنحضرت ﷺ نے قبروں کو ہموار کرنے کا حکم صادر فرمایا، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوالھیاج اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر نبی اکرم ﷺ نے مجھ کو بھیجا تھا اور وہ یہ تھا کہ جو تصویر دیکھے، اسے مٹا دے اور جو اونچی قبر (مقبرہ طرز کی) دیکھے اسے ہموار کردے۔

چھٹا ذریعہ: آنحضرت ﷺ نے قبروں کو عید (میلہ کی جگہ) بنانے سے منع فرمایا، جیسا کہ سنن ابوداؤد کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ یعنی ان میں نوافل ادا کیا کرو اور میری قبر کو عید نہ بنانا کیونکہ تمہارا درود مجھ کو پہنچ جائے گا وہیں سے جہاں تم ہوگے۔

جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی قبر کو جو کہ روئے زمین میں تمام قبروں سے افضل ہے عید (میلہ گاہ) بنانے سے منع کر دیا تو کسی اور کی قبر کو کیسے عید بنایا جا سکتا ہے، خواہ وہ کسی ولی کی ہو یا کسی شہید کی یا کسی اور پیغمبر کی؟

ڈاکٹر تاج الدین الازہری

پروفیسر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

اسلام آباد

بہشتی دروازہ

کتاب وسنت کے تناظر میں

برصغیر میں اسلام ۹۳ ہجری میں عظیم فاتح محمد بن قاسم کے ذریعے داخل ہوا۔ محمد بن قاسم سندھ سے مختلف علاقے فتح کرتا ہوا ملتان تک پہنچا، چنانچہ سندھ سے ملتان تک کے علاقے پر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ محمد بن قاسم کے واپس عراق بلائے جانے کے بعد عربوں کی یہ حکومت تو دیر تک قائم نہ رہ سکی مگر ان کا پہنچایا ہوا اسلام آج تک الحمدللہ قائم و دائم ہے۔ برصغیر کے دیگر علاقوں میں اسلام صوفیا کی معرفت پھیلا۔ مگر وہ لوگوں کے سامنے اسلام کی مکمل اور صحیح تعلیم پیش نہ کر سکے۔ صوفیا کی تعلیمات زیادہ تر اخلاقیات پر مبنی تھیں۔ اسلام کی دوسری جوانب سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔

ان صوفیاء میں ایک حضرت بابا فریدالدین مسعود بھی ہیں جو ۵۸۴ ہجری میں ملتان کے علاقہ کوٹھوال میں پیدا ہوئے اور ۶۶۸ ہجری میں آپ نے ۸۵ سال کی عمر میں پاک پتن میں انتقال کیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر پر اس طرح مزار تعمیر کیا گیا جس طرح کہ دیگر صوفیاء کی قبروں پر لوگوں نے مزارات تعمیر کر رکھے ہیں، اس مزار پر ایک انوکھی چیز " بہشتی دروازہ " ہے۔ جس کے متعلق ہم بچپن ہی سے سنتے آ رہے ہیں کہ پاک پتن میں حضرت بابا فرید کے عرس کے موقع پر ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور

لاکھوں لوگ اس میں سے اس لیے گزرتے ہیں کہ جو اس دروازے میں سے ایک بار گزر گیا جنتی ہو گیا۔ اسی لیے اسے بہشتی دروازہ کہا جاتا ہے۔ یہ دروازہ سارا سال بند رکھا جاتا ہے اور صرف عرس کے موقع پر ہی کھولا جاتا ہے۔ اس وقت ہی یہ سوال ذہن میں آتا تھا کہ اگر یہ واقعی بہشتی دروازہ ہے تو اسے ہمیشہ ہی کھلا رہنا چاہیے۔ کیونکہ مسلمان تو ہر وقت بہشت کے لئیے کوشاں رہتا ہے۔ سال بھر لوگوں کو اس سعادت سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے؟ اس سال یہ بہشتی دروازہ ہر کس و ناکس کی توجہ کا مرکز بن گیا اور وہ اس لیے کہ عرس کے افتتاح کے موقع پر حسب سابق اس دروازے کو مقررہ وقت پر کھولنے میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ جونہی یہ دروازہ کھلا ہجوم اس تیزی سے اڈا کہ اس میں بہت سے لوگ کچلے گئے۔ 40 سے زائد ہلاک اور 100 سے زائد زخمی ہوئے۔ دروازے کے کھولنے میں تاخیر کیوں ہوئی؟ اس کے کیا اسباب ہیں؟ ان کی تحقیق تو ارباب اقتدار کا کام ہے جو جاری ہے اور اس کے نتائج دیر یا سویر سامنے آہی جائیں گے مگر سوال یہ ہے کہ اس" بہشتی دروازے" کی حقیقت کیا ہے؟ اور کتاب و سنت جو اسلام کی بنیاد ہے اس کے تناظر میں اس کا کیا مقام ہے؟

جب ہم کتاب و سنت کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی کی بنائی ہوئی جنت تک رسائی کا ذریعہ ایمان اور عمل صالح ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنٰت الفردوس نزلا﴾
ترجمہ : "بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ان کی مہمان نوازی جنت الفردوس میں ہو گی"۔ اس طرح کی بے شمار آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ جن میں جنت کو اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ احادیث رسول کے ذخیرہ میں بھی آپ کو بیسیوں ایسی احادیث مل سکتی ہیں جن میں آپ

ﷺ نے اپنی اطاعت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ملنے کی بشارت دی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کس چیز کا نام ہے۔ آپ کی اطاعت آپ کی طرف سے جاری کردہ احکام کو ماننے کا نام ہے اور ان چیزوں سے رک جانے کا نام جن سے آپ نے منع فرمایا ہے گویا کہ دین اسلام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی پیروی کا نام ہے۔ اب اگر ہم احادیث رسول کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں بہشت کے کئی دروازوں کے نام ملتے ہیں جیسے احادیث صیام (روزہ) میں ہے کہ روزہ داروں کو ایک خاص دروازہ (ریاّن) سے بہشت میں آنے کے لیے پکارا جائے گا۔ اس طرح آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بشارت دی کہ انہیں بہشت کے سب دروازوں سے بہشت میں داخلے کے لیے پکارا جائے گا جس سے چاہیں بہشت میں داخل ہو جائیں لیکن یہ سب انسانوں کے عالم آخرت میں جانے کے بعد ہے۔ پورے ذخیرہ احادیث میں اس عالم فانی کے اندر آپ ﷺ نے کسی ایسے بہشتی دروازے کی نشاندہی نہ فرمائی کہ اس سے گزر کر انسان بہشتی بن جائے ماسوائے آپ ﷺ کی اطاعت کے دروازے کے۔ ہاں احادیث رسول میں اس شخص کا ذکر بھی موجود ہے جس نے یہ اقرار کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے احکام کو جوں کا توں مانے گا۔ نہ ان پر کوئی زیادتی کرے گا اور نہ ان میں کوئی کمی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر کسی نے جنتی انسان کو دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لے مگر اس حدیث پر غور کرنے سے ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس شخص کو جنت کی بشارت آپ کی طرف سے آپ کے احکام کو جوں کا توں ماننے پر ملی جو اطاعت رسول کی بہترین مثال ہے۔ ایک اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ کیا بیت اللہ شریف میں جانے سے، مسجد رسول ﷺ میں جانے سے اور مسجد اقصیٰ میں جانے سے بہشت نہیں ملتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب جگہیں وہ ہیں جن کی فضیلت کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد موجود ہے۔

بیت اللہ شریف کے بارے میں تو قرآن نے فیصلہ دے دیا کہ ﴿من دخله کان آمنا﴾ ترجمہ : جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے (سورۃ آل عمران آیت ۹۷) اپنی مسجد کی فضیلت کو آپ ﷺ نے خود بیان کر دیا۔ مسجد اقصیٰ کو آپ کے سفرِ اسراء و معراج کے دوران آپ ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے قرآنی نص اور صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے ان کی فضیلت سے کون انکار کر سکتا ہے؟

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ بیت اللہ، مسجد رسول اور مسجد اقصیٰ سب اعمال کی جگہیں ہیں۔ بیت اللہ شریف کا طواف ہوتا ہے اور یہ اللہ کا اس زمین پر موجود گھر ہے جو آسمانوں پر واقع بیت المعمور کے بالکل نیچے اس دنیا میں واقع ہے۔ مسجد رسول کو مہبط وحی اور مرکز اسلام ہونے کا شرف حاصل ہے مسجد اقصیٰ بے شمار انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہ رہی ہے۔ ان مقامات کی فضیلت کے بارے میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو بلا سند یوں ہی کہہ دی گئی ہو۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ کے رسول تک متصل سند سے بیان کردہ کسی مقام کا شرف مطلوب ہے اس کے بعد بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ "مجھے معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بھی بوسہ نہ دیتا۔"

حیرت کی بات ہے کہ مذکورہ مقامات کے اس قدر فضائل کے باوجود جو قرآن

واحادیث رسول میں وارد ہوئے ہیں۔ان کے کسی دروازے کو بہشتی دروازہ نہیں کہا گیا تو پاکپتن کے دربار کا دروازہ کیسے بہشتی بن گیا؟

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ پاک پتن کے بہشتی دروازے کے متعلق رسول ﷺ کی کوئی حدیث موجود ہے؟

اس سال بابا فرید کے عرس کے موقع پر روزنامہ نوائے وقت نے مورخہ کیم اپریل کو "باب جنت" کے نام سے جو مضمون شائع کیا ہے اس میں جناب فیروزالدین صاحب یوں رقمطراز ہیں:

"روضے کی تعمیر کے بعد نوجوان خواجہ نظام الدین اولیاء اس کی پائنتی کے دروازے یعنی جنوبی دروازے کے باہر کھڑے تھے کہ اچانک ان پر وجد طاری ہوگیا اور آپ نے بے خودی کے عالم میں تالیاں بجا کر کہا "لو دیکھ رہے ہو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور فرمارہے ہیں ﴿من دخل هذا الباب أمن﴾ ترجمہ جو اس دروازے میں داخل ہوگیا امن پاگیا۔ اس روایت کی بنا پر صدہا سال سے کروڑہا انسان جن میں ہندو سکھ سب شامل ہیں کا یہ پختہ اعتقاد رہا ہے۔ کہ اس دروازے میں سے ایک بار گزرنے والا جنت میں جگہ پائے گا۔ اس دروازے سے صرف چند گز پرے مشرق کی جانب ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جس کے بارے میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاء نے رسول کریم ﷺ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ساتھ اس جگہ کھڑے دیکھا۔ چبوترہ بنانے کا مقصد اس جگہ کو لوگوں کے قدموں کے نیچے آنے سے محفوظ رکھنا ہے"۔

یہ تو تھی روزنامہ نوائے وقت کے مضمون "باب جنت" کے محرر کی رائے۔ اگر بابا فرید کے متعلق لکھی گئی کتابوں کی طرف رجوع کریں تو ان میں رسول کریم ﷺ کے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لانے اور "من دخل هذا الباب امن" جو اس دروازے میں داخل ہو گیا امن پا گیا کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ بلکہ یہ الفاظ ملتے ہیں کہ "جو ترے مرقد کے بائیں دروازے سے تا قیامت گزر جائے گا اس پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جائے گی اور اسے فیض پیرو مرشد بتایا گیا ہے۔ چنانچہ تذکرہ صابر کلیدی کے مصنف محمد افضل صابری اپنے تذکرے کے باب ۱۹ میں حضرت بابا فرید الدین کے بیان میں صفحہ ۱۲۵ پر" بہشتی دروازہ و روضہ عالیہ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔

"۶۸۱ ہجری میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ اس ارادہ سے پاک پتن شریف تشریف لائے اور آستانہ بوسی حضرت بابا صاحب کے دروازے خورد اور دیوار کی کی، جس کی بنیاد پہلے سے آپ قائم فرما گئے تھے تیاری شروع کر دی اور اس دروازہ کی فضیلت معتبر طور پر بیان کی گئی ہے کہ کس و ناکس جو اس دروازے سے گزر جائے گا اس پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جائے گی اور وجہ اس کی یہ ہے ۔۔۔۔۔۔اس کے بعد انہوں نے وجہ بتانے کے لیے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ قطب الاقطاب حضرت بختیار کاکی نے بابا فرید کو حضرت خواجہ ہارون عثمان کی فاتحہ کے لیے بازار سے شیرینی خریدنے کے لیے بھیجا حضرت بابا فرید کو آنے میں تاخیر ہو گئی۔ واپسی پر تاخیر کی وجہ دریافت کرنے پر حضرت بابا فرید نے بتایا کہ راستے میں ایک ہنگامہ تھا اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت نجم الدین صاحب پر وجدانی کیفیت طاری تھی اور آپ اسی حالت میں تشریف لا رہے تھے اور ساتھ ہی منادی یہ اعلان بھی کر رہا تھا کہ جو شخص آج آپ کے چہرے کی زیارت کرے گا اس پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جائے گی۔ قطب الاقطاب حضرت بختیار کاکی نے متعجب ہو کر دریافت فرمایا کہ بابا کیا تم کو اس میں شک تھا؟ آپ نے عرض کیا کہ حضور اگر شک ہوتا تو چھپ کر کیوں بیٹھتا مگر

غلام تو حضور کی صورت دیکھنے والا ہے۔ یہ سنتے ہی قطب الاقطاب پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ نے اسی جذب کے حال میں فرمایا "تیری مرقد کے بائیں دروازے سے تا قیامت جو شخص گزر جائے گا اس پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جائے گی۔"

اگر آپ دونوں عبارتوں کے مندرجات پر غور کریں تو ان میں واضح تناقض نظر آئے گا۔ عام طور پر اخباری فیچرز کو علمی ابحاث میں قابل حجت نہیں سمجھا جاتا لیکن ان کے لکھنے والے بھی کتابوں میں لکھے گئے ہی کی روشنی میں تحریر کرتے ہیں۔ خاص طور پر اگر معاملہ تاریخی ہو۔ نوائے وقت کے محرر کا یہ جملہ بڑا تعجب خیز ہے کہ اس روایت کی بنا پر صد ہا سال سے کروڑ ہا انسان جن میں ہندو مسلم اور سکھ سب شامل ہیں کا یہ پختہ اعتقاد رہا ہے کہ اس دروازے سے ایک بار گزر جانے والا جنت میں جگہ پائے گا یہ عبارت خود بتا رہی ہے کہ اسی بہشتی دروازے کے عقیدت مند مسلم ہی نہیں بلکہ ہندو اور سکھ بھی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ انھیں کس وجہ سے عقیدت ہے؟ اسلام تو قبول نہیں کرتے اور اس دروازے سے گزر کر بہشتی ہونا چاہتے ہیں؟ انہیں یہ بات کس نے بتائی اور کیوں بتائی ؟ آخر اس کے پیچھے کیا کارفرما ہے؟

علماء اسلام کا متفقہ اصول ہے کہ کوئی شخص جب تک دین اسلام کو قبول نہ کرلے اس کا کوئی بھی نیک عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ علماء اسلام کا یہ بھی متفقہ اصول ہے کہ کوئی بھی شخص صرف مسلمان ہو کر ہی جنت میں جاسکتا ہے کسی اور دین پر رہ کر نہیں۔ جنت میں جانے کی تمنا ہر شخص کے دل میں ہے کیونکہ جنت امن و راحت کی جگہ ہے۔ اس دنیا میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوان بھی امن و راحت چاہتے ہیں۔ انسان جو کہ عاقل اور باشعور ہے اس لیے اسے اس جہان کے بعد اگلے جہان میں بھی اپنی راحت کی فکر لاحق ہے اور سوائے دہریوں کے کوئی آخرت کا منکر نہیں۔

آخرت میں جنت کے حصول کا ایک سادہ اور آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اختیار کر لے۔ یہ طریقہ سب کو بھاتا نہیں اس لئے مصنوعی طریقے اختیار کئے جاتے ہیں کہ فلاں دروازے سے گزر جائے یا فلاں جگہ سے ہو آئے وغیرہ وغیرہ۔ تو آدمی جنتی ہو جائے گا یہ سب طریقے جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے نہیں ہیں کسی کو جنت میں نہیں لے جاسکتے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا اپنا فرمان اس بارے میں موجود ہے "ہر وہ کام جس پر ہمارا حکم نہیں ہے وہ مردود ہے" یعنی اعتقادات و اعمال میں سے ہر وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں بتلایا وہ جنت میں نہیں لے جاسکتا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرف منسوب اس روایت ﴿من دخل هذاالباب امن﴾ ترجمہ: "جو اس دروازے میں داخل ہوا امن پا گیا" کی کیا حیثیت ہے کیا یہ حدیثِ رسول ہو سکتی ہے اس بارے میں عرض ہے کہ اس قسم کی جعل سازی شاید اسلام کے علاوہ دیگر ادیان میں تو چل جائے مگر اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔ محدثین کرام نے حضور ﷺ کی طرف منسوب اقوال کو پرکھنے کے لئے اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہی قواعد وضوابط کی وہ کسوٹی تیار کر دی تھی جو رہتی دنیا تک کام دیتی رہے گی اس کسوٹی کے اعتبار سے حضور ﷺ کا کسی کو خواب میں آ کر کچھ بتلا دینا یا وہ حالت جو اس فیچر کی عبارت میں بیان کی گئی ہے حدیثِ رسول نہیں کہلا سکتی حدیث وہ ہے جو آپ نے ۶۳ سالہ زندگی میں فرمایا، کر کے دکھایا یا پھر کسی فعل پر سکوت اختیار فرمایا اس کو ثابت کرنے کے لیے سب سے پہلے راوی سے نبی اکرم ﷺ تک متصل سند درکار ہے۔ پھر اس سند کے تمام رجال کا عادل ہونا شرط ہے۔ پھر انکے حافظ اور ضابط ہونے کی بھی شرط ہے۔ ان شروط کے بغیر آپ کی طرف منسوب کسی بھی قول کو حدیث کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ ورنہ تو احادیث گھڑنے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو

جائے گا اصل احادیث کی جگہ جعلی روایات کا سکہ رائج ہو جائے گا۔ پھر ہر آدمی جو چاہے نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دے۔ اسی قسم کی احادیث کی شرعی نقطہ نظر سے کوئی وقعت نہیں ہے۔ فقہی اعتبار سے بھی ایسی روایات، احکام اخذ کرنے کا مصدر نہیں بن سکتیں۔ احکام کا مصدر وہی احادیث رسول ہیں جو محدثین کی شروط پر پورا اترتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کے دشمنوں نے بہت ساری من گھڑت باتوں کو اپنے مفادات کے لیے صوفیاء کے اقوال میں شامل کر دیا تاکہ وہ لوگوں میں رواج پا جائیں حالانکہ ان کا اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ لوگوں نے تو نبی اکرم ﷺ کے اقوال میں اپنی طرف سے اقوال گھڑ کر داخل کروائے تاکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف نسبت سے ان کے اقوال بھی لوگوں میں رواج پا جائیں۔ مگر مشیت ایز دی نے محدثین کی جماعت کو پیدا کر دیا جنہوں نے اپنی زندگیاں حدیث نبوی کے دفاع کے لیے وقف کر دیں اور اصول حدیث کا مستقل فن ایجاد کر دیا جس کے ذریعے اصل احادیث اور لوگوں کے داخل کردہ اقوال دونوں میں واضح تمیز ہوگئی۔

☆☆☆☆☆

مولانا محمد افضل

فاضل مدینہ یونیورسٹی

حادثہ "بہشتی دروازہ" میں

بچ جانے والوں کی خدمت میں

31 مارچ 2001ء کو پاکپتن میں ایک مزار پر خود ساختہ "بہشتی دروازے" سے گزرنے کے انتظار میں کھڑے لوگوں میں بھگدڑ مچ جانے پر 40 سے زائد افراد کچلے گئے، بہت سے زخمی و معذور ہوئے، کئی ایک نے بڑی مشکل سے بھاگ کر جان بچائی۔
اس حادثہ میں بچ جانے والوں اور درباروں، مزاروں پر جانے والے دیگر افراد کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آخر وہ ان درباروں، مزاروں پر کیوں جاتے ہیں اور کب تک اپنا مال، وقت، عزت، ایمان اور اپنی جانیں اس طرح ضائع کرتے رہیں گے۔

ہمیں یہ بات کیوں سمجھ نہیں آتی کہ درباروں، مزاروں والے اپنے سمیت کسی کے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ اگر ان کے ہاتھ میں اپنا یا کسی اور کا نفع و نقصان ہوتا تو کم از کم خود تو نہ مرتے اور نہ ان کے دربار بنانے پڑتے۔

اگر ڈوبی ہوئی کشتیوں کو دوبارہ زندہ کرنا ان کے اختیار میں ہوتا تو کم از کم ان کے درباروں پر آتی جاتی کشتیاں تو نہ ڈوبتیں۔ اگر بسوں، ٹرکوں کی سلامتی ان کے ہاتھ میں ہوتی تو کم از کم ان کے درباروں پر سلامی کے لئے آتی جاتی بسیں اور ٹرک حادثات کا شکار نہ ہوتے۔ اگر اولادیں ان درباروں پر حاضری سے ملتی ہوتیں تو 40 سے زائد جانیں عین دربار کے اوپر یوں ضائع نہ ہوتیں کہ سینکڑوں بچے یتیم ہو گئے، عورتیں بیوہ

ہو گئیں، کئی گھرانے صدمات سے دوچار ہوئے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

اگر ان درباروں، مزاروں پر حاضری سے قبروں کی زیارت کر کے فکر آخرت اور موت کی فکر پیدا کرنا مقصود ہے تو عرض ہے کہ یہ جذبہ اچھا ہے لیکن بجلی کے قمقموں سے روشن، جھنڈیوں سے مزین، سنگ مرمر سے آراستہ قیمتی چادروں اور پھولوں سے لدے، کھانوں کی خوشبو سے معطر ان اونچے اونچے اور وسیع وعریض درباروں و مزاروں سے موت کی یاد اور فکر آخرت پیدا نہیں ہوتی۔ موت کی یاد اور فکر آخرت تو سنت کے مطابق بنی ہوئی کچی اور سادہ قبروں سے پیدا ہوتی ہے جن سے انسان کی بے بسی اور دنیا کی بے ثباتی ظاہر ہوتی ہے۔ ان درباروں و مزاروں پر صرف کردہ کثیر مال اور ان کی چمک دمک کو دیکھ کر تو غریب کے منہ سے یہ آہ نکلتی ہے۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

حقیقت یہ ہے کہ ان مزاروں، درباروں پر حاضری دینے والوں کی اکثریت بالواسطہ یا بلا واسطہ کسی نہ کسی نفع کی امید، خیر و برکت کے حصول، کسی نہ کسی مشکل کے حل یا نقصان سے بچاؤ کے لئے آتی ہے اس طرح کے اغراض و مقاصد لے کر آنے والوں کو ہی روکنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا" (متفق علیہ)

قبروں اور قبر والوں میں غلو کرنے سے بچانے کے لیے آپ نے قبروں کو چونا گچ کرنے، ان پر عمارتیں تعمیر کرنے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا (مسلم) نیک اور صالح لوگوں اور انبیاء کی شان میں اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر غلو کرنے سے شرک کی

راہیں کھلتی ہیں اگر یقین نہ آئے تو بخاری شریف کھول کر پڑھیں کہ شرک کی ابتداء کیسے ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے کچھ نیک لوگ فوت ہو گئے ۔ بعد والوں نے ان کی مجالس میں ان کی تصویریں اور مجسمے رکھ لئے پھر آہستہ آہستہ ان کی پوجا شروع ہوگئی۔

ہماری اسی ضعیف الاعتقادی اور غلو پرستی کا نتیجہ ہے کہ قبروں کے مجاور قصے کہانیاں سنا سنا کر ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں،آئے دن کوئی نہ کوئی خود ساختہ ولایت کا دعویدار نمودار ہوتا ہے، جگہ جگہ چھوٹے بڑے دربار بن رہے ہیں جن سے شرک کی راہیں کھلتی ہیں، یہود و نصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہے،کثیر اموال محض تعمیر پر خرچ کیئے جاتے ہیں، مختلف طریقوں سے ان کو سجایا جاتا ہے پھر لوگوں کو ان سے متعارف کروانے کے لئے اور قصے کہانیاں سنا کر مرعوب کرنے کے لئے عرسوں اور میلوں کا بندو بست کیا جاتا ہے جہاں مجاور ،قوال ، ڈھول و دھمال والے،سرکسوں اور دیگر لھو و لعب کے سامان والے، چرس بھنگ، افیم وغیرہ نشے کے رسیا لوگ اپنے اپنے انداز میں مردوں عورتوں اور بچوں کا ایمان، عزت اور مال کچھ اس طرح لوٹتے ہیں کہ بیان کرنا مشکل ہے

بقول شاعر:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

دینداری اور تقدس کے نام پر ہونے والے ان عرسوں وغیرہ پر کئی علماء وفضلاء اور بعض ذمہ داران حکومت بھی حاضری دیتے ہیں اور وہاں پر ہونے والے بہت سے غیر شرعی اور غیر قانونی کاموں کو غلط اور ناجائز سمجھنے کے باوجود بعض مصلحتوں کے پیش نظر خاموش رہتے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

مشکلات کا حل: انسان اپنی ضروریات و حاجات کے پورا کروانے اور مشکلات و مصائب کے حل کروانے میں کسی ایسی ہستی کا محتاج ہے جس کو خود کسی ضرورت اور مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ ہر لحاظ سے مکمل با اختیار اور ہر چیز پر قادر ہو اور کوئی اس کو روکنے ٹوکنے اور پوچھنے والا نہ ہو اور وہ ہر ایک کی ضرورت اور مشکلات کو جانتا بھی ہو، صرف انسان ہی نہیں بلکہ دیگر کثیر تعداد مخلوقات کی ضروریات اور مشکلات کو حل کرسکتا ہو اور یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اکیلا ہی ہر چیز کا خالق، مالک اور رازق ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہر قسم کی عبادت اسی کے لئے ہے اور سب سے بڑی اور اہم عبادت دعا ہے فرمان رسول ﷺ ہے "الدعاء هو العبادة" (ترمذی) دعا ہی اصل میں عبادت ہے اس لیے ہم اسی سے دعا کرتے ہیں اسی سے مانگتے ہیں اسی سے سوال کرتے ہیں اور ہر مشکل میں اسکی کو پکارتے ہیں رزق اس سے مانگتے ہیں، صحت اس سے مانگتے ہیں، اولاد اس سے مانگتے ہیں عزت اس سے مانگتے ہیں۔ گھر بار، کاروبار اور جسم وجاں کی سلامتی اسی سے مانگتے ہیں ہدایت اس سے مانگتے ہیں۔ گناہوں کی معافی اس سے مانگتے ہیں، نبی ﷺ کی شفاعت اس سے مانگتے ہیں، جنت اس سے مانگتے ہیں۔

ہر قسم کی بیماری، مشکل، پریشانی، غم، خوف اور تنگدستی وہی دور کر سکتا ہے جنات کے شر سے، جادو کے شر سے، ہر تکلیف دہ انسان اور جانور کے شر سے، کافروں کے شر سے، گناہوں کے شر سے، جہنم کی آگ کے شر سے وہی بچا سکتا ہے۔

ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور مشکلات کو حل نہیں کرسکتا، سوالات و حاجات کو پورا نہیں کرسکتا خواہ وہ کسی نبی کی ذات ہو یا کوئی ولی ہو فرشتہ ہو یا جن ہو، جاندار ہو یا

بے جان، بڑا ہو یا چھوٹا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے جو عالم الغیب ہو، دور و نزدیک سے سب کچھ سن سکتا ہو، سب زبانیں سمجھتا ہو، ہزاروں بندوں کی بات ایک ہی وقت سن اور سمجھ سکتا ہو اس کو نہ کبھی اونگھ آتی ہو اور نہ نیند اور نہ موت کسی وجہ سے بول نہ سکنے والے کی دل کی بات کو سن اور سمجھ سکتا ہو۔

جنت کا حصول: جو انسان بھی آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کی خواہش، تمنا اور دلی آرزو ہے کہ قیامت کے دن اس کو کامیابی حاصل ہو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اسے آگ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے۔

آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کے لئے اور جنت کے حصول کے لیے شرک و کفر سے توبہ کرتے ہوئے خالص ایمان اور نیک عمل پیش کرنا ضروری ہے ۔عقیدہ وعمل میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی ہے جب انسان عقیدہ وعمل میں اخلاص اور اتباع سنت کا خیال رکھے گا اور اپنے آپ کو ہر قسم کے شرکیہ اعمال، بدعات و خرافات، خلاف سنت کاموں اور فسق و فجور سے دور رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا اور انسان کی دلی تمنا پوری ہو جائے گی۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " **كل امتي يد خلون الجنة الامن ابى. قالوا يا رسول الله ومن يابى؟ قال من اطاعنى دخل الجنة ومن عصانى فقد ابى**" کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہو گی مگر جس نے انکار کر دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ انکار کون کرے گا؟ آپ نے فرمایا۔جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا۔

آیئے جائزہ لیں کہ کیا ہم اپنے عقائد ونظریات میں، نیک اعمال کے وقت، مقدار اور طریقہ ادائیگی میں، اپنے معاملات میں، کاروبار میں، گھر میں، خوشی وغمی کے

مواقع پر، تعلیم و تربیت میں، دعوت و جہاد میں، ظاہر و باطن میں، دوستی و دشمنی کے معیار میں، حلال وحرام میں، آذان میں، نماز میں، صدقہ و خیرات میں، ذکر و اذکار اور وظائف میں، نکاح و طلاق میں، حدود اللہ کے نفاذ میں عدالتی فیصلوں میں، وراثت کی تقسیم میں، نذرونیاز میں، حج و قربانی میں، شکل وصورت اور لباس میں، اخلاق و آداب میں، انبیاء و اولیاء کے ساتھ محبت کے اظہار میں، قبروں کی زیارت و بناوٹ میں الغرض زندگی کے ہر شعبہ، ہر موڑ اور ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں اگر کرتے ہیں تو الحمد للہ اطاعت کرنے والے کے لیے جنت کی خوش خبری ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں تو پھر گویا ہم بزبان حال جنت میں جانے سے انکار کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر محمد انور قریشی

بیماریوں کے علاج کے لیے مزارات پر حاضری

میرے کلینک میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ آتے اور اپنے حالات و واقعات سناتے رہتے ہیں میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ مریض کا جسمانی علاج کرنے کے ساتھ ساتھ عقیدے کی اصلاح بھی کی جائے کیونکہ عقیدے کی امراض جسمانی امراض سے زیادہ خطرناک ہیں، عام لوگ چونکہ اس حقیقت سے نا آشنا ہیں وہ اپنی نادانی کی وجہ سے سب کچھ جسم کو ہی سمجھے بیٹھے ہیں۔ بہت ساری بیماریاں ایسی ہیں جن کا سبب اسلامی اور فطری اصولوں سے انحراف ہوتا ہے، ان بیماریوں کا علاج صرف دواؤں کے ذریعے ناممکن ہے کیونکہ طب کا اصول ہے کہ پہلے سبب کو دور کیا جائے، جب تک کسی بیماری کے اسباب و محرکات کی تشخیص اور ان کا صحیح علاج نہیں ہوتا اس وقت تک بیماری کا علاج کبھی بھی مؤثر اور کامیاب نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ اکثر طور پر 'ہائی پٹینسی' کے ذریعے بیماری کو دبانے سے دیگر بیماریاں جنم لیتی ہیں، اسی بنا پر طب کا اصول ہے کہ الوقاية خير من الدواء ترجمہ": پرہیز دوا سے بہتر ہے" کیونکہ پرہیز کے ذریعے سبب پر کنٹرول کیا جاتا ہے۔

انسان چونکہ جلد باز ہے اور صبر کی جو تلقین اسے کی گئی ہے اسے اپنانے سے گریز کرتا ہے اور نہ ہی یہ سمجھتا ہے کہ بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے، جس پر صبر کرنے کا بڑا اجر وثواب ہے اور اللہ کے حکم سے ہی عافیت نصیب ہوتی ہے، لہذا

اس کی ساری توجہ یا تو ڈاکٹروں سے فوری علاج کروانے پر ہوتی ہے یا پھر غائبانہ مدد کی تلاش میں وہ مزارات کا رخ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مزارات والے بزرگوں کی نظرِ کرم سے وہ شفایاب ہو جائے گا، دوسری طرف وہ قرآن مجید کی اس آیت کی عملاً تکذیب کر رہا ہوتا ہے ﴿ واذا مرضت فهو يشفين﴾ (سورۃ الشعراء آیت 80) حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو صرف ایک اللہ ہی مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔

مزارات سے وابستہ اعتقاد : مریضوں سے انٹرویو کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سارے ایسے ہیں جو اس سے پہلے مزارات کا چکر کاٹ چکے ہیں مگر انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، لیکن اس کے باوجود ان کے اعتقاد میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس کی متعدد وجوہات ہیں مثلاً:

1 ۔عرصہ دراز سے ذہن میں راسخ شدہ عقیدے اور فکر کو تبدیل کرنا اگرچہ اس کا غلط ہونا دلائل سے ثابت ہو جائے بہت مشکل کام ہے یہ وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں اللہ کی طرف سے توفیق میسر ہو۔

2 ۔مزارات پر حاضری دینے سے وہ کام جو اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے حل ہوتے ہیں انھیں مزاروں کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے، حالانکہ وہ امرربی ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی تو فرمایا اے میرے صحابہ! تمہیں معلوم ہے کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں ،فرمایا: یہ کہ میرے بندوں میں سے کچھ نے ایمان کی حالت میں صبح کی اور کچھ نے کفر کی حالت میں، جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش نازل ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور

ستاروں کی تاثیر کا اس نے انکار کیا، اس کے برعکس جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ ستارے پر ایمان لایا اور اس نے میرے ساتھ کفر کیا (متفق علیہ) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی نسبت غیر کی طرف کرنا کفر ہے، یہ بھی واضح ہوا کہ لوگ جن چیزوں کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری فلاں مشکل فلاں زیارت پر حاضری دینے کی وجہ سے حل ہوئی وہ مشکل حقیقت میں اللہ کے حکم سے حل ہوتی ہے مگر یہ اعتقاد رکھنے والا کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ پھر دربار پر حاضری دینے سے اللہ تعالیٰ مشکل حل کیوں کرتا ہے، یہ حقیقت میں ایمان کا امتحان ہے اور گمراہ ہونے والے کی رسی کو ڈھیلا کرنے والی بات ہے ﴿ويمد هم في طغيانهم يعمهون﴾ "اللہ انھیں سرکشی میں کھلا چھوڑ دیتا ہے جس میں وہ سرگرداں رہتے ہیں" اس کو اگر مثال کے ساتھ سمجھنا ہو تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا واقعہ بڑی واضح دلیل ہے جب وہ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے طائف کے مشہور آستانے "عزیٰ" کو گرا کر اور اس کے تین درختوں کو کاٹ کر واپس آئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اے خالد دوبارہ جاؤ تم ابھی تک کچھ بھی نہیں کر کے آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تلوار لے کر دوبارہ گئے تو آستانے کے مجاور انھیں دیکھ کر پہاڑ کی طرف عزیٰ عزیٰ پکارتے ہوئے دوڑ کھڑے ہوئے، آستانے کی جگہ پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے برہنہ اور بکھرے ہوئے بالوں والی عورت دیکھی جو اپنے سر پر (یہ منظر دیکھ کر) مٹی ڈال رہی تھی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تلوار کی ضرب سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے پھر نبی اکرم ﷺ کو آکر یہ واقعہ بتلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ عورت (شیطان) عزیٰ تھی، جو لوگوں کی مرادیں پوری کرتی تھی (تفسیر ابن

کثیر) معلوم ہوا کہ مزارات پر چونکہ لوگ غیر اللہ کو سجدہ کر کے شرک کرتے ہیں لہذا ان جگہوں پر شیاطین ڈیرہ ڈال لیتے ہیں اور آنے جانے والوں کی بعض مرادوں کو پورا کر دیتے ہیں جس سے ضرورت مند کا اعتقاد پختہ ہو جاتا ہے کہ یہاں پر حاضری کی وجہ سے میرا مسئلہ حل ہوا ہے، جبکہ یہ مسئلہ اس آدمی کے شرک کی وجہ سے شیطان نے حل کیا ہوتا ہے، بعض دفعہ شیطان خود کوئی تکلیف پہنچاتا ہے جس کا آدمی ڈاکٹروں سے علاج کرواتا ہے تو کامیاب نہیں ہوتا پھر درباروں پر جاکر شرک کرتا ہے تو شیطان چھوڑ دیتا ہے جس سے آدمی ہمیشہ کے لیے شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسا کہ ابو داؤد کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کی آنکھ میں درد ہوتا تو وہ ایک یہودی سے دم کرواتیں تو تندرست ہو جاتیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا یہ شیطان کی کارستانی ہے جب تو یہودی سے دم کرواتی ہے تو وہ آنکھ کو تکلیف نہیں پہنچاتا جب تو دم کروانا چھوڑ دیتی ہے تو وہ آنکھ کو چھو کر درد پیدا کر دیتا ہے، لہذا یہودی سے دم کروانے کی بجائے تو مسنون دم کر

﴿اذهب البأس رب الناس واشف انت الشافي لاشفاء الا شفاء ک شفاء لا یغادر سقما﴾ "اے لوگوں کے رب تکلیف دور فرما اور ایسی شفا عطا فرما جس کے بعد کوئی کمزوری نہ رہے کیونکہ تو ہی شفا دینے والا ہے"۔

ایک صحابیہ کو شیطان کی طرف سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور یہودی سے دم کروانے سے آرام آسکتا ہے، حالانکہ ان کا ایمان بڑا مضبوط تھا تو آج شیطان آرام سے تو نہیں بیٹھ سکتا وہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے، لہذا جو مسلمان شرک کا ارتکاب کر کے یہ سمجھتے رہے ہیں کہ فلاں زیارت سے شفا نصیب ہوئی ہے تو انہیں سچی توبہ کر کے اپنے عقیدے کی اصلاح کر لینی چاہیے کہیں یہ نہ ہو کہ چھوٹی سی مشکل حل

کروانے کی خاطر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں، کسی جگہ سے مراد کا پورا ہو جانا یہ اس کے مقدس اور بابرکت ہونے کی دلیل نہیں، کتنے لوگ ہیں جو اپنے مخالفین پر جادو کر کے انہیں نقصان پہنچانے اور اپنا مقصد حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو کیا جادو مقدس عمل کہلائے گا،، بیشک جادو سے کوئی مشکل حل ہو جائے یا مراد پوری ہو جائے، اسے سیکھنا سکھانا، کرنا کروانا صریحاً کفر ہے، لوگوں کے حسنِ ظن، اعتقاد یا عمل سے کوئی حرام حلال اور کفر ایمان نہیں بن سکتا۔

3۔ بہت سارے لوگ چونکہ عقیدے کی اہمیت سے ناواقف ہیں، توحید اور شرک میں تمیز کرنے سے قاصر ہیں، لہذا ان کے ہاں اللہ تعالیٰ سے مانگنا یا غیر اللہ سے مانگنا برابر ہے۔ بلکہ غیر اللہ سے ان کی وابستگی اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ ہے عوام الناس جس کثیر تعداد میں کسبِ فیض یا حل المشکلات کے لیے مزارات پر حاضری دیتے ہیں اتنے بڑے مسئلے کی دلیل تو قرآن مجید میں واضح الفاظ میں ہونی چاہیے تھی، مگر پورے قرآن میں کوئی ایک آیت بھی قبروں سے کسبِ فیض کے متعلق نہیں دکھائی جا سکتی تو پھر اس کا ماخذ کیا ہے یہ ان لوگوں کے سوچنے کی بات ہے جو قبروں سے متعلق غیر شرعی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل پیش کریں۔ اگر ہم کتاب وسنت کو مدنظر رکھتے ہوئے بیماریوں کا تجزیہ کریں تو درج ذیل اسباب سامنے آتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ۲۔ فطرت سے انحراف ۳۔ ایمان کی آزمائش ۴۔ متقی اور پرہیزگاروں کے درجات بلند کرنے کے لیے ۵۔ وہ ظاہری اسباب جو معروف ہیں مثلاً گرمی، سردی کسی چیز کی کمی یا زیادتی وغیرہ لیکن ہر حال میں بیماری کا آنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور شفایاب ہونا بھی، کتاب وسنت میں بیماریوں کے

علاج کے لیے کون کون سے ذرائع ہیں؟

۱۔ استغفار: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعا حسنا﴾ "(سورت ھود آیت 3) ترجمہ: اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کیے رکھو وہ تمھیں اچھی زندگی عطا فرمائے گا"۔

۲۔ اللہ کے حضور گڑ گڑا کر دعا کرنا اور نیک بندوں سے دعا کروانا، جیسا کہ بیماری کی حالت میں حضرت ابراہیم ، حضرت یعقوب اور حضرت ایوب علیہم السلام کی دعاؤں کا ذکر ہے، انسان اپنی تکلیف کو جس طرح محسوس کرتا ہے دوسرا اس کا احساس نہیں کر سکتا، لہذا خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ فریاد کرنی چاہیے۔

۳۔ صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا تاکہ انسان بیماری میں اجر و ثواب سے محروم نہ ہو۔

۴۔ فطری امور کو اپنانا۔

۵۔ بیماری کے اسباب معلوم ہوں تو ان اسباب کا علاج کرنا۔

۶۔ دوا استعمال کرنا، کسی ماہر اور خیر خواہ ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا۔

۷۔ مسنون دم کرنا یا کسی صاحب علم سے مسنون دم کروانا۔

اس سلسلے میں صبح و شام کے اذکارِ مسنونہ ترجمہ سیکھ کر پڑھے جائیں تو اس سے بہتر علاج اور کوئی نہیں ، قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنا یا سننا بھی موثر علاج ہے۔ کیونکہ بیماریوں میں شیطان کا بڑا عمل دخل ہے جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا ہے ﴿رب انی مسنی الشیطٰن بنصب وعذاب﴾ (سورۃ ص آیت ۴۱) " اے میرے رب ! مجھے شیطان نے بڑی تھکاوٹ اور بیماری میں مبتلا کر رکھا ہے"۔

قرآن مجید کی تلاوت سے شیطان بھاگتا ہے اور رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔

مذکورہ امور بیماریوں سے مستقبل میں بچنے اور ان کے حملہ آور ہونے کی صورت میں شفا حاصل کرنے کے اصل طریقے ہیں، اگر انسان دنیا میں صحت و تندرستی کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان کی بھی سلامتی چاہتا ہے تو اسے ان امور کو اپنانا ہوگا، اگر اس کے ہاں عقیدے اور ایمان کی کوئی حیثیت نہیں اور وہ اپنے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو کراس کرنا چاہتا ہے (جو نہیں کرسکتا) تو اس کی مرضی ہے کہ وہ اپنا علاج جادو، ٹونے اور شرکیات کے ذریعے سے کرے یا مزاروں اور درباروں پر سجدہ ریز ہو کر اور مردوں کے سامنے فریادیں کر کے بالآخر وہی ہوگا جو اللہ نے تقدیر میں لکھا ہے ﴿وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ﴾۔

☆☆☆☆☆

TRUEMASLAK@INBOX.COM

پروفیسر عنایت اللہ مدنی

اسلام آباد

بہشتی دروازہ یا خالق حقیقی کا مذاق

دینِ اسلام کے شجر صدا بہار کو جتنا نقصان خود داعیانِ اسلام نے پہنچایا شاید ہی اغیار اور دشمنان اسلام نے پہنچایا ہو خود نبی آخر الزمان ﷺ کے دور مبارک میں بھی منافقین نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے خون جگر سے اس پودے کی آبیاری کی تو ان منافقین بظاہر داعیانِ اسلام نے اسکی جڑیں کاٹنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر دور میں خلوص و للّٰہیت کے پیکر اور دعوت حق کے علمبرداروں نے انکی تمام سازشوں کو طشت از بام کیا عبد اللہ بن سبا کا فتنہ ہو یا معتزلہ ومرجئہ کے عقائد، اہل تصوف کی اختراعات ہوں یا اہل بدعت کے شبہات ونظریات تمام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انہی فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ جس میں آج اہل اسلام گرفتار ہیں شرک باللہ ہے خصوصاً پاکستان کے عوام اس فتنے میں بری طرح مبتلا ہیں۔

شرک کے مراکز دربار اور مزار ہیں جہاں میلوں اور عرسوں کی صورت میں طرح طرح کی خرافات کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس سال پاکپتن کے مزار پر بہشتی دروازے سے گزرتے ہوئے چالیس سے زائد افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے نہ دنیا رہی نہ دین، توبہ کا موقع بھی نہیں مل سکا کہ عین شرک کی حالت میں دنیا سے چل بسے۔ ہمیں تجزیہ کرنا چاہیے کہ ان درباروں پر کون کون سے غیر شرعی افعال ہوتے ہیں اور کیوں؟

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ دنیا کی آنکھ سے جنت اور بہشت کو نہیں دیکھا جا سکتا اس کی نعمتوں کے متعلق فرمایا ﴿مالا عین رات ولا اُذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر﴾ اسے آج تک کسی آنکھ نے دیکھا نہیں نہ کسی کان نے سُنا اور نہ اس کا تصور ہی کسی انسان کے بس میں ہے مگر یہاں اللہ تعالیٰ کی جنت کی طرف سے توجہ پھیرنے اور اس کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے بہشتی دروازے بنا لیے گئے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم تبرک کے لیے جاتے ہیں اسے بہشت نہیں کہتے تو سوال یہ ہے یہ کس نے بتایا ہے کہ وہاں تبرک یا برکت ہے؟

۲۔ امام کائنات ﷺ کا ارشاد گرامیٰ ہے ﴿لا تشدالرحال الا الٰی ثلاثة مساجد﴾ تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کے علاوہ کسی جگہ کی طرف ثواب کی غرض سے سفر نہ کیا جائے لیکن یہاں تو سینکڑوں مزاروں، خانقاہوں کی طرف دعا، نماز، عبادت اور زیارت کے لیے سفر کیا جاتا ہے۔

۳۔ **یہودونصاریٰ اور مشرکین کی مشابہت:** قبروں پر عرسوں اور میلوں کا اہتمام کرنا اور ان پر مساجد کا بنانا یہودونصاریٰ کا کام ہے جن کے متعلق نبی ﷺ نے اپنے خالق کے پاس جانے سے کچھ عرصہ قبل ارشاد فرمایا۔ ﴿لعنة اللہ علی الیھود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد﴾: یہودونصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے ایسے ہی اسلام سے قبل مشرکین مکہ مختلف عیدیں اور عرس منایا کرتے تھے اسلام نے آ کر ان تمام محافل و مجالس کو ختم کیا (اغاثۃ اللھفان ج ۱ ص ۳۰۰) جب ہمیں یہودونصاریٰ کی مشابہت سے سختی سے روکا گیا ہے تو وہ کام جو انہوں

نے ایجاد کر کے اپنے دین کا حصہ بنا لیے ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۴۔حرام چیزوں کا ارتکاب: ویسے تو ہمارے ملک میں بے حیائی کو فروغ دینے کے لیے ذرائع ابلاغ کمر کس کر لگے ہوئے ہیں لیکن جس طرح قبروں ، مزاروں ، خانقاہوں اور مندروں پر شیطانی اعمال کو دین اور شریعت کا لبادہ پہنا کر فروغ دیا جارہا ہے اور شعائر اللہ کی تضحیک کی جارہی ہے شاید ہی کہیں ہوں وہ زنا جس کے متعلق خالق کائنات کا ارشاد ہے ﴿ ولا تقربوا الزنیٰ... ﴾ (اسراء آیت نمبر ۳۲) "خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے" ان آستانوں اور مزاروں پر بڑے منظم طریقے سے اس بے حیائی کو عام کیا جاتا ہے اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ اسے شریعت کا لبادہ اڑھا کر کیا جاتا ہے۔وہ موسیقی، گانا بجانا اور لہو ولہب جسکی آواز سن کر سلف صالحین اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے جسے نبی اکرم ﷺ نے شیطان کے آلات قرار دیا ہے آج اسے سماع اور وجد کا نام دے کر ان درویشوں نے حلال کیا ہوا ہے وہ حجاب وستر جو ایک مسلمان عورت کا وقار ہے جسکی اہمیت کے پیش نظر سورۃ نور اور سورۃ احزاب میں خصوصی احکام ذکر کیے گئے ہیں ظاہری شریعت کہہ کر رد کر دیا گیا ہے اور کھلے عام اجنبی عورتوں سے اختلاط باطنی شریعت کا حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔سجادہ نشینوں کے ہاں عورتوں کا پردہ کرکے آنا توہین پر محمول کیا جاتا ہے عورتوں کی آبروریزی اور لڑکیوں کے اغوا کی وارداتیں درباروں پر کثرت سے پیش آرہی ہیں ان سب باتوں کا علم ہونے کے باوجود لوگوں کے ذہنوں پر مزاروں کے تقدس کا بھوت سوار ہے۔

تری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی

وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

غیراللہ کی عبادت : سب سے بڑا مسئلہ جس سے ایک مسلمان کا عقیدہ خاک میں مل جاتا ہے۔ اور وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جس کے لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو غیر اللہ کی عبادت سے روکا۔ فرمایا "لاتعبدوا الا ایاہ" صرف اسی کی عبادت کرو دوسری جگہ فرمایا آفتاب وماہتاب کو اپنا معبود نہ بناؤ بلکہ جس نے انہیں اور تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے اسکی عبادت کرو۔ آج ان آستانوں اور مزاروں پر مساجد بنا کر ان مساجد کی توہین کی جاتی ہے۔ جنکی بنیاد صرف تقویٰ پر ہے کیونکہ قبروں پر مساجد بنانے سے محمد رسول اللہ ﷺ نے روکا ہے۔ پھر بیت اللہ شریف کی طرح ان قبروں کا طواف اور قصد کیا جاتا ہے۔ لمبی لمبی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ جو کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہییں، کیونکہ "دعا" عبادت ہی تو ہے۔ حجر اسود اور شعائرمقدسہ کی طرح ان قبروں کو بوسے دیے جاتے ہیں۔ کیا یہ تمام اعمال قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ لوگ جب زیارت کے لیے جاتے ہیں تو دور ہی سواریوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور ننگے پاؤں چلتے ہوئے حاضری دیتے ہیں۔ اگر کوئی غلطی سے جوتا پہن کر حدود قبر میں داخل ہو جائے تو اسے گستاخ اولیاء کا طعنہ دیا جاتا ہے، حاضری کے آداب میں رکوع اور سجدہ انکا تعظیمی حق سمجھا جاتا ہے جو کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ پھر جس طرح اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل اور رحمت کے متلاشی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ قبر پر سجود و رکوع بجا لاتے ہیں۔ اور میت سے فضل وکرم کی امید رکھتے ہیں۔ (**اغاثۃاللھفان جلدنمبر ا صفحہ 304**)

ابو حسان

کافر بھی بہشتی ہو گیا؟

رحمت دو عالم ﷺ بنی نوع انسان کی ہمدردی کا جو جذبہ رکھتے تھے وہ کسی اور انسان میں نہیں ہو سکتا، آپ ﷺ چاہتے تھے کہ روئے زمین پر بسنے والے سارے انسان اللہ تعالی کی توحید اور آپ کی رسالت کے قائل ہو جائیں تاکہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ اس مقصد کی خاطر آپ نے پوری زندگی جہاد کیا اور مشقتیں برداشت کیں، مگر اس کے باوجود بیشمار لوگ کفر اور شرک پر قائم رہے، اسی حالت میں مرے، آج اگر مسلمانوں کی تعداد ایک ارب ہے تو غیر مسلموں کی تعداد 5 ارب سے زائد ہے۔ غیر مسلموں کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے "﴿ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا ابدا اولئک ھم شر البریة﴾ (سورۃ البینۃ) ترجمہ:" بیشک اہل کتاب کافر اور مشرک ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہیں گے اور وہ بدترین مخلوق ہیں۔"

آپ ﷺ چاہتے تھے کہ عبداللہ بن ابی جہنم کی آگ سے بچ جائے، آپ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی مگر دل سے کلمہ نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ جنت سے محروم رہا۔ مگر پاکپتن میں تو ماجرا ہی اور ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے وہ اختیارات جو کسی نبی کو بھی نہیں دیئے گئے وہ (نعوذ باللہ) بابا جی کو دے دیئے گئے ہیں کہ کافر بھی بہشتی دروازے سے گزرنے لگے اور اللہ تعالی کے فیصلے کے برعکس بہشتی ہونے کے دعویدار ہونے لگے، میرا اشارہ فرانس کے سفیر کی طرف ہے جو اس سال سب سے پہلے بہشتی دروازے سے گزرنے والوں میں شامل تھا۔ مذکورہ بالا آیت اگر قیامت تک آنے والے

کافروں اور مشرکوں کے بارے میں ہے تو پھر بہشتی دروازے کے چابی برداروں کو اسے گزرنے سے روک دینا چاہیے تھا کہ سفیر صاحب! پہلے اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ کا کلمہ پڑھو، صلیب کی پوجا چھوڑو، عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہنے کے دعوے سے دستبردار ہونے کا اعلان کرو اور پھر یہاں سے گزرو، کیونکہ کفر وشرک کی نجاست کو کلمہ طیبہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں دھو سکتی حتی کہ خانہ کعبہ کا حج کرنا بھی اسے زائل نہیں کر سکتا، تو یہاں سے گزرنے کا کیا مقصد، اگر یہ دروازہ ان لوگوں کے زعم کے مطابق جنت کا دروازہ ہے تو وہ متقی اور پرہیز گار لوگوں کے لیے ہے، خنزیر کا گوشت کھانے والے، شراب پینے والے، صلیب لٹکانے والے، کلمے کے منکر اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکیں گے۔ تو فرانسیسی سفیر کا وہاں کیا کام؟ اللہ کا گھر پاک ہے تو اللہ تعالیٰ نے وہاں پر کافروں اور مشرکوں کا داخلہ ممنوع کر دیا ﴿**فلا يدخلوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا**﴾(سورۃ التوبۃ) ناپاک مشرک اس سال (فتح مکہ) کے بعد مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان نجس مشرکوں کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کو لکھا ہے، ان کے لیے نہ دنیا میں اللہ کے گھر کے دروازے کھل سکتے ہیں نہ آخرت میں جنت کے، اگر کھلیں گے اور ضرور کھلیں گے تو جہنم کے دروازے، جیسا کہ فرمایا ﴿**فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين**﴾ (سورۃ البقرہ) ترجمہ : "بچو ایسی آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی " پاکپتن کے دربار کا دروازہ جو ایک ناپاک کافر کے لیے کھولا گیا تو ہم کیسے تسلیم کر لیں کہ یہ جنت کا دروازہ ہے جبکہ کافروں کے لیے تو جہنم کے دروازے کھلتے ہیں نہ کہ جنت کے۔

فرانسیسی سفیر کا پاکپتن جانا ہی معنی خیز ہے۔ جبکہ عیسائیوں کی اسلامی شعائر سے دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، دراصل وہ بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ان خرافات میں

الجھا ہوا مسلمان ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا، لہذا غیر شرعی عقائد ونظریات کی حوصلہ افزائی کرنا اور مسلمانوں کو ان کے اصل منبع توحید اور صحیح عقیدے سے دور رکھنا ان کی ڈپلومیسی کا حصہ ہے۔ ایک طرف اس نے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے وسیع الظرف ہونے کا تاثر دیا اور دوسری طرف انہیں اس بات پر اکسایا کہ حضرت بابا کی نگری سے تو ہم غیر مسلم بھی فیض حاصل کرتے ہیں تاکہ ان کی عقیدت میں اور اضافہ ہو جائے، سادہ لوح مسلمانوں کے لیے تو فرانسیسی سفیر کا وہاں حاضری دینا ہی بہشتی دروازے کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

اس سے بھی زیادہ خطرناک وہ عبارت ہے جو روزنامہ نوائے وقت نے یکم اپریل 2001 کو شائع کی، فیروزالدین احمد لکھتے ہیں "صد ہا سال سے کروڑ ہا انسان جن میں ہندو مسلم سکھ سب شامل رہے ہیں یہ پختہ اعتقاد رہا ہے کہ اس دروازے میں سے ایک بار گزر جانے والا جنت میں جگہ پائے گا"نوائے وقت کے ایڈیٹران کو یہ خیال نہیں رہا کہ یہ عبارت شائع کرکے انہوں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور آسمان سے نازل ہونے والی کتابوں پر خط تنسیخ پھیر دیا ہے، اگر اس جنت سے مراد اللہ تعالی کی جنت ہے تو ہندو اور سکھ اس جنت کو مانتے ہی نہیں، ان کے نزدیک جنت کا مفہوم اور ہے اور مسلمانوں کے نزدیک اور، تو ان کا اعتقاد چہ معنی دارد؟ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ہندو اور سکھ بھی یہاں سے گزر کر جنت حاصل کرنے کا اعتقاد رکھتے ہیں تو کفر کی حالت میں ان کا گزرنا انہیں فائدہ دے سکتا ہے؟ مضمون نگار نے اس کی وضاحت نہیں کی، اگر ایک دفعہ گزر جانا ہی جنتی ہونے کے لیے کافی ہے تو انبیاء علیہم السلام جو شریعتیں لے کر آئے اور اپنی امتوں کو اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے رہے وہ ساری کی ساری شریعتیں بے معنی ہوکر رہ جاتی ہیں کہ ایک انسان پوری زندگی احکام الہی کی پابندی کرتے ہوئے، حرام وحلال میں تمیز کرتے ہوئے بھی اپنے انجام سے ڈرتا

ہے تو دوسرا انسان زنا، شراب، سود، جوا، قتل اور دیگر گناہوں کا ارتکاب کرنے کے باوجود حتی کہ کافر اپنے کفر پر قائم رہنے کے باوجود اس دروازے سے گزر کر پکا جنتی ہو جاتا ہے تو ان دونوں راستوں میں سے کون سا راستہ اختیار کریں گے، ظاہر ہے انبیاء علیھم السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا راستہ تو بڑا دشوار گزار اور سفر بڑا طویل ہے۔ جبکہ بہشتی دروازے سے گزر کر جنت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا بڑا آسان ہے (اب متعدد افراد کی ہلاکت کے بعد تو یہ بھی مشکل ہو گیا) لہذا قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی بجائے لوگ بہشتی دروازے سے گزرنے کو ترجیح دیں گے۔ اس طرح یہود و نصاری اور ہندوؤں کی اللہ کے دین کو مسخ کرنے کی سازشیں بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گی کہ جس طرح انھوں نے چند رسوم کو دین کا درجہ دے رکھا ہے مسلمان بھی ان کے نقش قدم پر چل کر گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے، یہی شیطان کا فریب ہے جس کے ذریعے وہ جہنم میں اپنے رفقاء کی تعداد میں اضافہ کررہا ہے ﴿قال رب بما أغویتنی لازینن لهم فی الأرض ولأغوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین﴾ (سورۃ الحجر آیت 30-40) ترجمہ: "اے میرے رب جیسا کہ تو نے مجھے گمراہی میں پھینک دیا میں بھی ان لوگوں کے لیے زمین میں برے اعمال کو خوبصورت بنا کر پیش کروں گا اور ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا، البتہ تیرے مخلص بندے میری فریب کاریوں سے بچ سکیں گے۔"

اس سے بڑی فریب کاری کیا ہو سکتی ہے کہ ایک ہندو جو مسلمانوں کے رب کا دشمن، نبی کا دشمن، دین کا دشمن، مسجد کا دشمن (جو کہ حدیث کے مطابق زمین میں اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ جگہیں ہیں) مسلمانوں کی سالمیت اور وجود کا دشمن، وہ بہشتی دروازے سے گزرنے میں مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی مصطفی ﷺ کے دین سے کوئی مذاق ہو سکتا ہے؟

علیم اللہ محسن

دنیا بھر میں پاکستان کی بدنامی

مزارات کی دنیا میں جعلی تقدس کے پردوں میں جو جرائم چھپے ہوئے ہیں ان کی ادنی سی جھلک انسانیت کے رونگٹے کھڑے کر دینے والی، شرم وحیا والوں کو خون کے آنسو رلا دینے والی اور باضمیر لوگوں کے ہوش اڑا دینے والی ہے۔ لیکن یہ جرائم رات کی تاریکیوں میں چھپے ہوئے، لوگوں کے سینوں میں بسے ہوئے، اندھی عقیدت کے جذبوں تلے دبے ہوئے اور حکمرانوں کی سرپرستی میں بظاہر اجلے ہوئے ہیں۔ کبھی کبھی اخبارات میں اس سربستہ راز کا مخلوق کے چہرے سے نقاب اتارا جاتا ہے، ناسور جسم کے اندر چھپا ہوا ہو یا ظاہر، وہ نقصان دہ ہی ہوتا ہے، ہمارے فکری وجود میں بہشتی دروازے کا ناسور جو عرصہ دراز سے چھپا ہوا تھا وہ اس سال اس طرح پھٹا کہ نہ صرف دنیا بھر کے مسلمانوں میں بلکہ عالم دنیا میں اس نے ہمیں رسوا کر کے رکھ دیا، 5 محرم کی رات کو بہشتی دروازے کی دہلیز پر سادہ لوح جنت کے شائقین کی تڑپتی ہوئی لاشوں نے اس جعل سازی کو بے نقاب کر دیا، دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ نے جب یہ خبر نشر کی تو مسلمان اور غیر مسلم دونوں اپنے اپنے انداز میں سوچتے ہوں گے، غیر مسلم تو اس انکشاف پر متعجب ہوں گے کہ مسلمان جو کبھی جہاد کا راستہ اختیار کر کے عملی زندگی گزار کر جنت کے حصول کی کوشش کیا کرتا تھا آج وہ بھی اکتا کر ہماری طرح شارٹ کٹ راستے پر چل نکلا ہے، جبکہ مسلمان اس بنا پر پریشان ہوں گے کہ جنت کا دروازہ تو دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ جس طرح کہ بیت اللہ شریف سب مسلمانوں کے لیے مشترکہ ہے۔ ہر ملک سے لوگ آتے ہیں اور حج وعمرہ کی

سعادت حاصل کر کے اللہ کا قرب اور جنت کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر یہ بہشتی دروازہ عجیب شے ہے۔ جس پر صرف پاکستان کے مسلمان مسلط ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

سات صدیوں سے یہ ہر سال کھلتا اور بقول اخبارات کے 5 لاکھ پاکستانی ہر سال اس سے گزر کر بزعم خویش جنتی ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں مگر نہ عرب ممالک کے عربیوں کو اس کا علم ہوا نہ افریقہ کے مسلمان باشندوں کو؟ نہ یورپ کے نو مسلموں کو اس دروازے کی خبر ہوئی نہ مشرق بعید میں آباد بیسیوں مسلم ممالک کے باسیوں کو؟ امام کائنات ﷺ کا دین تو عرب و عجم سب کے لیے ہے، جنت اور اس کے دروازے بھی سب کے لیے ہیں مگر پاکپتن کا بہشتی دروازہ ایک ملک کے باشندوں کی نیاز مندیوں تک محدود کیوں ہے؟ کیا یہ دین محمدی میں تفریق ڈالنے کی کوشش نہیں؟ اسے بین الاقوامی سطح پر متعارف کیوں نہیں کروایا گیا، عرب و عجم کے مسلمانوں کو یہاں سے گزرنے کی دعوت کیوں نہیں دی گئی؟ اس لیے کہ مجاورانِ دربار کو معلوم ہے یہ جعلسازی پاکستان میں اس لیے کامیاب ہے کہ بہت سارے لوگ بابا فرید سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں، جس عقیدت میں وہ حرام و حلال میں فرق کرنا بھی بھول چکے ہیں، اس عقیدت میں انہیں بغیر عمل کے جنت کے خواب نظر آتے ہیں، جبکہ بیرون ملک کے لوگ اس عقیدت سے خالی الذہن ہیں لہذا سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر بہشتی دروازہ کسی قبر پر ہی بننا تھا تو کائنات کے امام محبوب رب العلمین ﷺ کی قبر اطہر پر بنتا، پھر خلفائے راشدین کی قبروں پر، اسی طرح بقیع غرقد میں 10000 سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے مرقد ہیں مگر بہشتی دروازہ وہاں نظر نہیں آتا، احد پہاڑ کے دامن میں سید الشھداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر موجود ہے مگر بہشتی دروازہ ندارد، تو

بابا فرید کی قبر میں کونسی خصوصیت ہے کہ اس کے دروازے کو بہشتی دروازہ کہا جائے ؟ کیا ان کا مقام حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی اونچا ہے؟ یا پاکپتن کی زمین سرزمین مدینہ منورہ سے بھی زیادہ مقدس ہے کہ یہاں ہر سال بہشتی دروازہ کھلتا ہے جو مدینہ منورہ میں بھی نہیں؟

اس دروازے کے مصنوعی ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ اس کے افتتاح کے وقت کسی بھی مکتب فکر کے علماء نہ حاضر ہوتے ہیں اور نہ ہی انہیں مدعو کیا جاتا ہے۔ اگر ملک میں موجود مکتبہ ہائے فکر میں سے کسی کے ہاں بھی اس کی کوئی حیثیت ہوتی تو اس مکتب فکر کے علماء افتتاح کے وقت وہاں پرضرور حاضری دیتے۔

کیا حکومت پاکستان کا فرض نہیں کہ وہ ملک وملّت کی بدنامی کا باعث بننے والے اس دروازے کو بند کرے، بلکہ جتنے بھی دربار ہیں ان پر سجدہ ریزی اور خرافات کے ایمان سوز مناظر کو روکے، فحش وبے حیائی کے اڈوں، منشیات کے خفیہ ٹھکانوں، میلوں کے موقع پر سرکسوں اور شیطانی ناچ گانوں کا سدّ باب کرے۔ ان مزارات کے ذریعے سے حکومت کو جو آمدن ہو رہی ہے وہ بہت معمولی ہے، اس کے مقابلے میں شرک اور بے حیائی کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بہت بڑی بات ہے، عین ممکن ہے کہ درباروں کو زمین بوس کرنے اور ان پر ہونے والے شرک کو مٹانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اقتصادی بدحالی کی ذلّت سے ہمیں نجات حاصل ہو جائے۔

☆☆☆☆☆
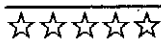
مصنوعی
بہشتی دروازے کے متعلق
سعودی عرب اور پاکستان کے
معروف علماء کرام کے

فتاویٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
رئاسة ادارة البحوث العلمية والإفتاء
الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء

الرقم : ....
التاريخ : ....
المرفقات : ....

فتوى رقم (٢١٨٤٧) وتاريخ ٢٩/ ١ /١٤٢٢هـ.

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لانبيّ بعده .. وبعد :
فقد اطلعت اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء على ماورد إلى سماحة المفتي العام من المستفتي/حافظ مقصود أحمد /مدير مركز دعوة التوحيد /باكستان والمحال إلى اللجنة من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء برقم (٩٩٦) وتاريخ ١٤٢٢/١/٢٢هـ وقد سأل المستفتي سؤالاً هذا نصه :(فيسعدني أن أرفع إلى سماحتكم أطيب تحياتي سائلاً المولى جل وعلا أن يكلأكم بحفظه وعنايته : وأفيد سماحتكم بأن في باكستان مدينة مشهورة اسمها (پاك پتن) وفيها ضريح لصوفي فريد الدين مسعود المتوفى عام ٦٦٤هـ ولضريحه بابان ، باب يبقى مفتوحا طول السنة للزوار وباب آخر يفتح لخمسة ايام فقط في العام بداية من ٥ شهر محرم بمناسبة عيد سنوي يقام على الضريح ويسمون هذا الباب (باب الجنة) ويدعون أن الصوفي نظام الدين أولياء رأى النبي صلى الله عليه وسلم في الكشف يوصيه بأن هذا الباب باب الجنة ومن مر منه دخل الجنة ولذا يمر منه كل سنة مئات الآلاف من الاشخاص بهذا الاعتقاد وهذا العام لقي اكثر من ٤٠ شخصا مصرعهم اثناء مرورهم منه للازدحام .
(١) فماحكم هذا الباب في الإسلام ؟
(٢) وماحكم من يعتقد فيه بأنه باب الجنة ؟
(٣) وماحكم المرور من هذا الباب ؟
فأرجو من معاليكم التكرم بالإفادة في أقرب فرصة فجزاكم الله خيرا ووفقكم لما يحب ويرضى وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته .).
وبعد دراسة اللجنة للاستفتاء أجابت بأنه نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن البناء على القبور وأمر بهدم مابني عليها لأن ذلك وسيلة إلى الشرك ، وهذا الضريح المذكور يجب هدمه على من يستطيع ذلك ولاتحل زيارته من أجل التبرك به أو طلب الحوائج منه لأن ذلك شرك اكبر ومايذكر حوله من الدعايات كلها دعايات كاذبه وخرافات باطله ــ نسأل الله العافيه والسلامة .
وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم .....
اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو
عبدالله بن عبدالرحمن الغديان

الرئيس
عبدالعزيز بن عبدالله بن محمد آل الشيخ

عضو
صالح بن فوزان الفوزان

فتوی نمبر ۲۱۸۴۷، وتاریخ ۱۴۲۲/۱/۳۰ھ

مفتی اعظم سعودی عرب کے فتویٰ کا اردو ترجمہ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وبعد

سعودی عرب میں فتوی اور ریسرچ کمیٹی نے مفتی اعظم پر کیے جانے والے اس سوال کا جائزہ لیا جو حافظ مقصود احمد مدیر مرکز دعوۃ التوحید پاکستان کی طرف سے ارسال کیا گیا، جو ہیئت کبار علماء کی قائم کردہ کمیٹی کے ہاں حوالہ نمبر ۹۹۶ اور تاریخ ۱۴۲۲/۱/۲۲ھ کو رجسٹرڈ ہوا، سوال کی عبارت درج ذیل ہے۔ جناب مفتی اعظم صاحب۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے ایک شہر پاکپتن میں بابا فرید الدین مسعود متوفی 664ھ کا دربار ہے جس کے دو دروازے ہیں، ایک دروازہ سارا سال زیارت کرنے والوں کیلئے کھلا رہتا ہے جبکہ دوسرا دروازہ ہر سال محرم کی 5 تاریخ کو 5 دنوں کیلئے عرس کے موقع پر کھولا جاتا ہے۔ لوگ اس دروازے کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین اولیاء نے کشف کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ وصیت فرمارہے تھے کہ یہ بہشتی دروازہ ہے جو یہاں سے گزرے گا وہ جنتی ہوگا۔ اس بناء پر یہاں سے ہر سال لاکھوں لوگ گزرتے ہیں جبکہ اس سال رش کی بنا پر 40 سے زائد آدمی وہاں پر ہلاک بھی ہوئے ہیں۔

1۔ اس دروازے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

2۔ اس کے متعلق بہشتی دروازہ ہونے کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

3۔ اس دروازے سے گزرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ازراہِ کرم اوّل فرصت میں جواب سے مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنی رضا کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ۔

کمیٹی نے سوال کا جائزہ لینے کے بعد جواب لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قبروں پر دربار بنانے سے منع فرمایا ہے اور بنائے ہوئے درباروں کو گرانے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس سے شرک کا دروازہ کھلتا ہے۔ مذکورہ دربار کو گرانا اربابِ حل وعقد پر واجب ہے۔
اس سے تبرک حاصل کرنے اور حاجت روائی طلب کرنے کی نیت سے اس کی زیارت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ شرکِ اکبر ہے۔ اس دربار کے متعلق جو دعوے کیے جاتے ہیں وہ سب جھوٹ اور خرافات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت اور سلامتی عطا فرمائے۔
وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

مستقل کمیٹی برائے علمی ریسرچ وفتویٰ

دستخط

چیئرمین/عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ

رکن/صالح فوزان الفوزان

رکن/عبداللہ عبدالرحمٰن الغدیان

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ پاکستان کے ایک شہر پاکپتن میں بابا فرید الدین مسعود کے دربار پر دو دروازے ہیں ایک دورازہ سارا سال کھلا رہتا ہے جب کہ دوسرا دروازہ ہر سال پانچ محرم کو صرف پانچ دنوں کے لیے کھلتا ہے جس کے متعلق خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے کہ جو اس دروازے سے گزرے گا وہ جنتی ہو گا لہذا لوگ اسے جنتی دروازہ کہتے ہیں اور اس اعتقاد سے لاکھوں لوگ ہر سال اس دروازے سے گزرتے ہیں

(۱) اس دروازے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) اس کے متعلق بہشتی دروازہ ہونے کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

کتاب وسنت اور آئمہ دین کے فرمودات کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں۔

سائل: ڈاکٹر محمد انور قریشی، راولپنڈی

۱۔ جامعہ الفریدیہ، اسلام آباد

الجواب۔ حامداً و مصلیاً وبعد!

واضح رہے کہ جنت میں جانا یہ انسان کے اپنے اعمال کیساتھ تعلق رکھتا ہے اور دنیا میں کسی شخص کے جنتی ہونے کا قطعی فیصلہ کرنا کسی شخص کے لیے ممکن نہیں الا یہ کہ کوئی ایک پیغمبر علیہ السلام کسی شخص کے جنتی ہونے کی گواہی دیدے اور نبی اکرم ﷺ پر چونکہ انبیاء کرام کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے لہذا اس زمانے میں ہم کسی معین شخص کو جنتی یا دوزخی نہیں کہہ سکتے اور سوال میں مذکورہ شہر تو اس زمانے میں بدعات اور شرکیات کا اڈا ہے اس جگہ میں کسی دروازے سے گزرنے والے پر جنتی ہونے کا اعتقاد رکھنا یہ ایک غلط اور قابل مذمت عقیدہ ہے اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے کو توبہ کرنا ضروری ہے اور اس قسم کے عقیدے سے احتراز واجب ہے، اسی طرح اس دروازے کو بہشتی دروازہ کہنا بھی بالکل غلط ہے۔

"عن عا ئشة رضی اللہ عنہا قالت اتی رسول اللہ ﷺ بصبی من صبیان الانصار فصلٰی علیہ قالت عائشة رضی اللہ عنہا فقلت طوبٰی لھٰذا عصفور من عصافیر الجنة لم یعمل سوءً اولم یدرکه قال او غیر ذلک یاعائشة خلق اللہ عزوجل الجنة و خلق لھا اھلاً وخلقھم فی اصلاب آبائھم و خلق النار وخلق لھا اھلاً وخلقھم فی اصلاب ابائھم" (سنن نسائی ۲۷۶. ج.۱)

فقط.. واللہ اعلم با لصواب

کتبہ: اسد الدین حقانی.

الجواب صحیح

1۔ مولانا عبدالعزیز بن مولانا محمد عبداللہ شہید

خطیب لال مسجد، اسلام آباد

2۔ مفتی ر ریاض احمد عفی عنہ

3۔ مفتی رمحمد طارق

4۔ مفتی رعبدالنور عفا اللہ عنہ

۲۔ دارالافتاء جامعہ لاہور الاسلامیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب: (ا) شریعت کی نگاہ میں بہشتی دروازہ کا اِطلاق صرف اُخروی جنت کے دروازہ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

﴿وأنا أول من يقرع باب الجنة﴾

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا' اور صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں:

﴿آتي باب الجنة يوم القيامة﴾ ''قیامت کے روز میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا'' اور صحیحین میں ہے: ﴿في الجنة ثمانية ابواب﴾ '' جنت میں آٹھ دروازے ہیں''

اِن نصوص سے معلوم ہوا کہ بطور شعار بہشتی دروازہ کا اِطلاق صرف جنّاتِ خلد پر ہوتا ہے اس کے علاوہ کسی محترم و مکرم چیز کی طرف منسوب دروازہ کو باب الجنۃ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اس کا جواز ہوتا تو سلف صالحین، (قرون مفضلة) اس کے زیادہ حقدار تھے۔اسلامی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس سے جواز کا پہلو نکلتا ہو۔ لہٰذا اس کا اِنہدام ضروری ہے تا کہ افراد اُمت کو شرک کی نجاست سے بچایا جا سکے۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت الرضوان کی طرف منسوب درخت کو کٹوا دیا تھا جبکہ عامۃ الناس اسے متبرک سمجھ کر اس کی زیارت کا قصد کرنے لگے تھے۔ (فتح الباری: ۴۴۸/۷)

اسی طرح (مسند احمد: ۲۱۸/۵) اور سنن النسائی الکبریٰ (حدیث ۱۱۱۸۵) میں مذکور ہے کہ حنین سے واپسی پر ایک بہت بڑی بیری کے قریب سے گزرتے ہوئے بعض

صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے لیے "ذات انواط" مقرر کر دیں جیسا کہ کفار کے لیے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے وہی بات کہی جو موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہی تھی: یعنی ﴿ اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾ (ہمارے لیے معبود مقرر کر دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں۔ فرمایا: تم جاہل لوگ ہو)

(۲) اس کے متعلق بہشتی دروازہ ہونے کا اعتقاد رکھنا شرکیات وکفریات میں داخل ہے کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس کا علم نصوص شریعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا جو یہاں مفقود ہے۔لہذا عزم بالجزم کے ساتھ اس کو بہشتی دروازہ قرار دینا مداخلت فی الدین ہے جس کی جزاء وسزا کا معاملہ انتہائی پر خطر ہے۔ ایسے اعتقاد سے فی الفور تائب ہونا ضروری ہے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کا ایندھن نہ بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح عقائد کی توفیق عطا فرمائے۔ تا کہ حقیقی جنت میں داخلہ ہمارا مقدر ہو۔ آمین

حافظ ثناء اللہ عیسیٰ خان
شیخ الحدیث
جامعہ لاہور الاسلامیہ

۲۔ دار الافتاء جامعہ فرقانیہ مدنیہ، راولپنڈی

ا۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے دروازے کے متعلق بلکہ بیت اللہ شریف کے دروازے کے متعلق حدیث میں کہیں نہیں آیا ہے کہ جو ان دروازوں پر جائے گا وہ جنتی ہو گا حالانکہ ان دونوں مسجدوں کی فضیلت اپنی جگہ قرآن وسنت سے ثابت ہے جب انکے دروازوں کے متعلق کوئی حدیث اس قسم کی نہیں تو دربار مذکور کے دروازے کے متعلق ایسی حدیث کیسے ہو سکتی۔ الحاصل: جب بیت اللہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے دروازے کسی کو جنتی نہیں بنا سکتے تو دربار مذکور کا دروازہ کس طرح جنتی بنائے گا اور رہی خواجہ نظام الدین کی روایت تو اگر اس سے مراد حدیث شریف ہے تو میں بتا چکا کہ اس قسم کی کوئی حدیث نہیں اور اگر روایت سے مراد ان کا قول ہے تو وہ قرآن وسنت سے ثابت ہونے کے بغیر حجت نہیں یعنی دلیل نہیں اس دروازے کے بہشتی ہونے پر۔ الحاصل اس دروازے میں داخل ہونے والا شرعاً صرف اس دروازے میں داخل ہونے کی وجہ سے جنتی نہ ہو گا۔

۲۔ اس دروازے کے متعلق بہشتی دروازے کا اعتقاد رکھنا قرآن وسنت اور آئمہ دین کے فرمودات کے خلاف ہے۔

هٰذا ما حضر لي ولعل عند غيري احسن من هٰذا۔

کتبہ: امان اللہ چھپر گرامی۔ کان اللہ لہ

دارالافتاء جامعہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی۔

۴۔دارالافتاء جامعہ سراجیہ نظامیہ، راولپنڈی

جواب : انسان کی نجات اور سعادت دارین کا دارومدار عقائد حقہ اور اعمال صالحہ پر ہے ،جس کا فیصلہ موت اور حساب کتاب کے بعد ہوگا۔ دنیا میں اپنے ہاتھ سے تعمیر کردہ کسی مقام کو بہشتی دروازہ کے ساتھ موسوم کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر افتراء ہے۔ بعض لوگ اپنا کاروبار چلانے کیلئے اور دنیاوی مفادات کی خاطر بزرگانِ دین کی قبور پر اس قسم کے مقامات بنا کر شرک کا ارتکاب کراتے ہیں۔ جس کا ان بزرگوں کی ذات سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔ بابا فریدالدین مسعود کے مزار پر جو دروازہ بنایا گیا ہے اس سے گزرنے والے جنتی یا دوزخی نہیں۔ اس لئے بزرگوں کا احترام قائم رکھتے ہوئے ایسے مقامات کی بیخ کنی کرنی چاہیے جو عقائد و اعمال کے بگاڑ اور شروفساد کا سبب بنتے ہیں۔ جس طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت اکھیڑ دیا تھا۔ اس قسم کے متعدد واقعات انبیاء علیہم السلام ،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ، اہلِ بیت عظام اور اولیاءؒ سے ثابت ہیں۔ (سید چراغ الدین شاہ عفا اللہ عنہ، جامعہ سراجیہ نظامیہ راولپنڈی، ۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ)

5۔ دار الافتاء جامعہ سلفیہ، اسلام آباد

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امّا بعد!

الجواب : ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ قرآن مجید میں اللہ نے آخرت میں جس قانون جزا وسزا کا ذکر کیا ہے وہ مبنی برحق ہے چنانچہ متقین اور مطیع وفرمانبردار بندوں کیلئے اللہ نے جو آخرت میں جزا تیار کی ہے وہ جنت ہے ۔قرآن مجید میں اللہ نے اس کے کئی نام ذکر فرمائے ہیں مثلاً۔ دارالسلام . دار المقامة. دارالمتقین . عقبی الدار وغیرہ۔ قران وحدیث کی قطعی نصوص سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جنت اس دنیا میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد حساب ومیزان کے عمل سے گزر کر مومنین ومتقین کو ملے گی اور وہ جنت بھی ایسی ہے کہ صحیح بخاری میں حدیث کے الفاظ ہیں:

اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیِ الْمُتَّقِیْنَ فِیْهَا مَالاَ عَیْنٌ رَأتْ وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (صحیح بخاری).

(ترجمہ): میں نے جنت میں اپنے متقی بندوں کیلئے ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور نہ کسی کان نے ان کی حقیقت سُنی اور نہ کسی دل میں ان کا خیال جاگزیں ہو سکا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السمٰوات والارض اعدت للمتقین (آل عمران آیت ۱۳۳)

ترجمہ: ’’اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمان اور

زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے''۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت تک پہنچتی ہے۔ (ترمذی۔ابن ماجہ۔مسند احمد)

مندرجہ بالا نصوص سے جس جنت کا تذکرہ ملتا ہے وہی اصلی اور حقیقی جنت ہے باقی دنیا میں جنت کا وجود کہیں بھی نہیں ہے جو آدمی کسی دنیاوی مقام کو جنت قرار دیتا ہے تو اس کی بات شرعا درست نہیں ہے۔ دنیا میں جنت کے متعلق صرف ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

ا. مابين بيتي و منبري روضة من رياض الجنة.(بخاری) کہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ نے اپنے منبر اور حجرہ مبارک کے درمیان والی جگہ کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ کہا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور مقام کو جنت یا جنت کا دروازہ کہنا درست نہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے ۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ۔ ایک دروازے کا نام ''الریان'' ہے یہ دروازہ روزہ داروں کیلئے خاص ہے (صحیح مسلم)

ایک اور دروازہ آپ ﷺ کی امت کے ان لوگوں کیلئے مخصوص ہے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ (اللؤلؤ والمرجان جلد ۲، صفحہ ۱۹، ۲۰)

پھر جنت کے دروازے کی وسعت کا تو یہ عالم ہے کہ حدیث میں آیا ہے ۔ جنت کے دروازوں کے دوکواڑوں کے درمیان چالیس سال کے بقدر وسعت ہوگی لیکن اس پر بھی ایک دن ایسا آئے گا کہ ہجوم خلائق کی وجہ سے بھری ہوگی ۔ (مسلم جلد ۸ ص ۲۱۵)۔

لہٰذا موجودہ بہشتی کہلایا جانیوالا دروازہ کسی طور پر بہشتی کہلوائے جانے کا مستحق نہیں کیونکہ

آپ نے پچھلے دنوں اخبار میں پڑھا اس سے گزرتے ہوئے بیسیوں آدمی رش اور بھیڑ میں ہلاک ہوگئے۔

جو شخص اس دروازے سے گزرتا ہے اس نے بدعت کا ارتکاب کیا اسے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ کیلئے اس بدعی عقیدہ کو ترک کر کے خالص کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ روز قیامت اللہ اسے اصلی جنت کے دروازے سے گزاریں۔ اور قیامت کے روز اہل بدعت کی سزا سے بچ سکے۔

منجانب : دارالافتاء السّلفیہ، الجامعۃ السّلفیہ اسلام آباد

۱۔ سید عبدالغفار شاہ بخاری

۲۔ مولٰینا مقصود احمد

۳۔ مولٰینا محمد یونس عاصم

صومال کے ممتاز عالم دین فضیلۃ الشیخ

محمد عرتن الصومالی الزیلعی کے فتویٰ کا اردو ترجمہ

نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنی امت کو خبردار کرتے ہوئے قبروں کے پجاریوں ، ان پر عمارتیں کھڑی کرنے والوں اور ان کی مجاوری کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اسلام نے ان تمام وسائل کو بھی حرام قرار دیا ہے جو شرک کی طرف لے جاتے ہیں جیسا کہ بعض لوگ قبروں پر مزار اور دروازے وغیرہ بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور ان کے بارے میں شرکیہ اعتقادات رکھتے ہیں ان کا ازالہ از حد ضروری ہے اور ان سے روکنا واجب ہے۔ مسلمانوں کو ان شرکیہ امور اور بدعی کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پاکستان میں بنایا گیا بہشتی دروازہ جہاں اس سال بہت سارے لوگ ہلاک ہوئے اور دنیا بھر میں پاکستان کی بدنامی ہوئی اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور نہ ہی اسے بہشتی دروازے کا نام دیا جا سکتا ہے۔ جنت اور دوزخ کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں جو کچھ ارشاد فرمایا وہی قابل حجت ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی کسی کے بہشتی یا دوزخی ہونے کی پیشگوئی نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی جگہ کو بہشت کہا جاسکتا ہے۔

(محمد عرتن الصومالی الزیلعی)

بہشتی دروازے سے وابستہ تلخ حقائق پر قومی اخبارات و مجلّات کی آراء

پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی سے ماخوذ

جلد 83 شمارہ 3

دیوتاؤں کے بھینٹ

اللہ تعالی نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو ایک خاص نعمت سے نوازا ہے اور یہی نعمت انسان اور دیگر اشیاء میں وجہ امتیاز ہے۔ وہ نعمت ہے عقل۔ حیوانات کو صرف اتنا شعور دیا ہے کہ وہ اپنے کھانے پینے کی اشیاء اور رہائش کا مقام اور اپنی ذمہ داری یعنی جس مقصد کے لئے اسے تخلیق کیا گیا ہے وہ مقصد پورا کرے اور مر جائے، مگر انسان کو اللہ تعالی نے عقل دی اور پھر اسے بار ہا اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اس نعمت سے فائدہ اٹھاؤ جیسا کہ قرآن مجید میں جا بجا ارشاد ہوتا ہے کہ افلا تعقلون؟

چونکہ انسانی عقل صرف اپنا مفاد عزیز رکھتی ہے اور انسان عقل کو صرف اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ چاہے کسی اور کا نقصان ہی کیوں نہ ہو؟ لہذا عقل کی اس کوتاہی کو دور کرنے کے لئے اور عقل خود بین کے بجائے عقل جہاں بین بنانے کے لئے اللہ نے وحی کی صورت میں اسے انبیاء کے توسط سے رہنمائی دی کہ اپنی عقل استعمال کرو اس سے بھر پور فائدہ اٹھاؤ۔ مگر وحی الٰہی کی روشنی میں عقل کو اللہ کے احکامات کے تحت رکھو ان سے آگے نہ بڑھاؤ جس طرح عقل کو وحی پر مقدم کرنا یا عقل کی رو سے ایسا فیصلہ کرنا جو وحی کے خلاف ہو یہ گمراہی کا سبب ہے اسی طرح اس عقل کو استعمال نہ کرنا اور اس نعمت کی ناقدری کرنا بھی اللہ کے ہاں ناپسندیدہ عمل ہے۔ جبھی انبیاء کرام دنیا میں مبعوث ہوتے تھے وہ لوگوں کو یہی تعلیم دیتے تھے کہ اپنی تہذیب، تمدن، معیشت، معاشرت کو سدھارو۔ اپنی عقل سے کام لو۔ اسے وحی کے مطابق

استعمال کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوارو۔ جب لوگ نبی کی بات مان کر عمل کرتے تھے تو کامیابی ان کے قدم چومتی تھی اور جب نبی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد پھر رفتہ رفتہ دین ختم ہوتا اور جاہلیت پھر پھیلنے لگتی تو لوگ عقل اور وحی کے بغیر شعبدہ بازوں اور چالبازوں کے چکروں میں آ کر اپنی دنیا و آخرت دونوں برباد کرتے اس کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ بہت سے احبار و رھبان (پیر، درویش) لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھاتے ہیں یہ احبار ورھبان لوگوں کا مال بھی کھاتے تھے اور انہی لوگوں کو دیوی دیوتاؤں کے بھینٹ بھی چڑھاتے تھے گویا ان کا مال اور ان کی جانیں دونوں برباد کرتے تھے جب یہ سلسلہ دراز ہوتا تھا تو اللہ پھر کسی نبی کو مبعوث کرتا وہ پھر شریعت کی تجدید کرتا ان خرافات کا خاتمہ کرتا لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتا، یہاں تک کہ جب انسان غاروں اور پتھروں کے دور سے نکل کر متمدن زندگی گزارنے کے قابل ہوا اور اس کی عقل اس قابل ہوئی کہ اب وہ خود کتاب اللہ کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن رہ سکتا ہے تو اللہ نے وحی اور نبوت کا سلسلہ بند کر دیا۔ مگر پھر وہی احبار ورھبان کا سلسلہ شروع ہوا کشف و کرامات و الھامات کے دعوے ہونے لگے اللہ نے کتاب اللہ قرآن مجید عطا کر کے اس کی حفاظت کا ذمہ لے کر انسانوں کو اس کی اتباع کا حکم دیا مگر درویشوں اور صوفیوں نے اس واضح شریعت کے متوازی ایک باطنی طریقت ایجاد کر ڈالی اور وہی اموال الناس بالباطل کھانا شروع کیا جو لوگ وحی الٰہی سے دور اور عقل سے پیدل تھے اور ہیں وہ ان ایمان دشمنوں کے چنگل میں پھنس گئے چونکہ ان لوگوں نے ملت بیضاء کو چھوڑ کر باطنیت کو اپنایا وحی کو چھوڑ کر الھامات و کشف کو ہدایت کا ذریعہ سمجھا تو ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم کی وجہ سے "صم" "بکم" "عمی" کی تصویر بن گئے اور آج تک خانقاہیت کے گورکھ دھندے سے نکل نہ سکے، تعلیم نے کتنی ترقی کر لی سائنس

نے بھی اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لیا ہے مگر ان عقل کے اندھوں کو آج بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سیدھا راستہ کون سا ہے دنیوی و اخروی نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ آج بھی یہ لوگ شفاء، اولاد، مال و دولت اور رزق ان خانقاہوں کے گوشہ نشینوں سے طلب کرتے ہیں آج بھی اخروی کامیابی کے حصول کے لیے ان کے دروں پر حاضریاں دیتے ہیں۔

جنت کے حصول کے وہ ذرائع جو اللہ اور رسول ﷺ نے بتائے ہیں انہیں چھوڑ کر اپنے جیسے بندوں کے بنائے ہوئے دروازوں میں سے گزر کر جنت کی امید لگائے بیٹھے ہیں ان خانقاہوں اور مزارات میں کیسے کیسے روح فرسا واقعات جنم لیتے رہتے ہیں۔ یہ کسی سے مخفی نہیں۔ اکثر و بیشتر کوئی نہ کوئی حادثہ ان عرس و میلوں میں پیش آتا رہتا ہے جس سے لوگوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں مگر عقل و شعور سے بے بہرہ پھر بھی عبرت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

گزشتہ دنوں پاکپتن میں بابا فرید گنج شکر کے عرس کے دوران "بہشتی دروازہ" میں بھگدڑ سے 50 سے زائد افراد لقمہ اجل بن گئے اس دروازہ کے بارے میں یہ مشہور کر دیا گیا ہے کہ جو اس میں سے گزر جائے وہ جنتی بن جاتا ہے۔ حالانکہ جنت دینا صرف اللہ کے اختیار میں ہے اور اس کے حصول کے لئے اللہ نے توحید اور عمل صالح کو شرط قرار دیا ہے کسی دروازہ میں سے گزرنے سے کسی کو جنت کی بشارت نہیں ملتی۔

بیت اللہ، مسجد حرام، مسجد نبوی وہ محترم و مقدس مقامات ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کا مرکز اور دوسرا نبی آخر الزماں ﷺ کا مسکن و معبد رہا ہے مگر ان کے کسی دروازہ کو بہشتی دروازہ قرار نہیں دیا گیا اور بابا فرید کے مزار کا دروازہ جو کہ نبی ﷺ کے دنیا سے چلے جانے، وحی بند ہو جانے کے بعد کس نے یہ ضمانت دی ہے کہ اس سے جنت

ملتی ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ یہ ملنگ و درویش اسلام کی جڑ کاٹنے پر مامور ہیں اور چونکہ اسلام کی بقا و ترقی کا دارومدار جہاد پر ہے جنت میں جانے کا راستہ نبی ﷺ نے جہاد کو قرار دیا ہے فرمایا کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ تو یہ لوگ مسلمانوں کو ان خرافات میں الجھا کر انہیں جنت کا آسان راستہ بتا کر جہاد جیسے مشکل کام سے روک رہے ہیں۔

مولانا مودودی مرحوم نے اپنی کتاب تجدید و احیاء دین میں لکھا ہے کہ " ہندوستان میں انگریز کے خلاف سید احمد شہیدؒ اور سید اسماعیل شہیدؒ کی تحریک اس لئے ناکام ہوئی کہ ہندوستان کے مسلمان تصوف کی طرف مائل ہو گئے۔ خانقاہوں اور حجروں میں چلے کاٹنے والے یہ لوگ مسلمانوں کو ان خود ساختہ رسوم میں الجھا کر جہاد سے دور کرتے رہے اور سیدینؒ کے پاس مجاہدین کی کمی ہوتی گئی انہیں جان لڑانے والے افراد ملنے بند ہو گئے کہ لوگوں کو بہشتی دروازوں جیسے آسان راستے نظر آ گئے تو کیوں وہ مشقتیں برداشت کر کے جنت حاصل کریں؟

حالانکہ یہی مجاور لالچ میں اتنے اندھے ہو گئے کہ انہوں نے انسانی جانوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ اخباری اطلاعات کے مطابق حادثہ اس لئے رونما ہوا کہ مجاور نے 15 لاکھ روپیہ اوقاف سے طلب کیا تھا جبکہ حکومت ان کو ایک لاکھ روپیہ دے رہی ہے اور اس مرتبہ 50 ہزار کا اضافہ بھی کیا مگر مجاور (جو خود کلین شیو ہے) 15 لاکھ پر مصر رہا ہے ادھر یہ مذاکرات طول پکڑتے گئے ادھر جنت میں جانے کے لئے بے چین لوگوں میں اضافہ ہوتا گیا اور جب بہت تاخیر سے دروازہ کھولا گیا تو کئی لوگ پاؤں کے نیچے روندے گئے۔ اخبارات میں چند دن شور شرابہ ہوا۔ الزامات در الزامات کا سلسلہ بھی چند روز رہا پھر خاموشی

چھا گئی کہ نہ حکومت کے کرتا دھرتاؤں کو انسانوں کی زندگیوں کا کوئی احساس ہے اور نہ جنت کے ان ٹھیکیداروں کو خدا کا کوئی خوف ہے جو کہ اس حادثہ کے براہ راست ذمہ دار ہیں ۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

اپنی دہاڑی یا تنخواہ کے لئے کئی افراد کو اپنی لالچ و ہوس کے بھینٹ چڑھانے والے کئی افراد کے قتل کے ذمہ دار تو خود جنت میں جانے کے مستحق نہیں یہ اوروں کو کیا بہشتی بنائیں گے؟

مگر بات پھر وہی ہے کہ نہ انسانوں نے عقل کو اختیار کیا ہے نہ وحی کو ۔ عقل کی جگہ اندھی تقلید اور وحی کی جگہ الہام وکشف نے لے لی ہے اور جب اللہ کی دی ہوئی رہنمائی کسی کے پاس نہ رہے تو پھر کہیں اور سے ہدایت ملنا ناممکن ہے۔ طریقت اور باطنیت کی ان بھول بھلیوں کو چھوڑ کر صراط مستقیم کو اپنانے کی اشد ضرورت ہے ورنہ ایسے ہوس کے پجاری ہمیشہ لاشوں پر اپنے محل تعمیر کرتے رہیں گے۔ (اعاذنا اللہ منھم)

☆☆☆☆☆

ہفت روزہ " ضرب مومن "، کراچی

پاکپتن کا حادثہ

اسباب کی تحقیقات سے زیادہ رسومات کا جائزہ لینا ضروری ہے

پاکپتن میں عرس کے موقع پر "بہشتی دروازے" سے گزرنے کے انتظار میں کھڑے افراد میں بھگدڑ مچ جانے سے ساٹھ افراد ہلاک ہو گئے ہیں اور کئی کی حالت تشویش ناک ہے۔ بتایا گیا ہے کہ یہ حادثہ دروازہ کھلنے میں تاخیر کے باعث جمع ہو جانے والے ہجوم میں افراتفری کے باعث پیش آیا۔ دروازہ کشائی کی رسم میں تاخیر کا سبب مزار کے گدی نشین حضرات اور محکمہ اوقاف کے درمیان سالانہ نذرانے کی رقم کی تعیین پر ہونے والے تنازعہ کو قرار دیا جا رہا ہے۔ مبینہ طور پر محکمہ اوقاف، مزار پر چڑھائے جانے والے بیش قیمت نذرانوں میں سے سالانہ صرف ڈیڑھ دو لاکھ روپے سجادہ نشین حضرات کو پیش کرتے تھے جبکہ ان حضرات کا مطالبہ تھا کہ اس رقم کو دس گنا بڑھا کر پندرہ لاکھ روپے سالانہ کر دیا جائے۔ انتظامیہ اور گدی نشین خاندان کے درمیان یہ کشمکش طول پکڑتی گئی اور دروازے کے قریب نشیب میں بہشت میں داخلے کے امید واروں کا ہجوم بڑھتا گیا۔ اس اثنا میں فرانسیسی سفیر، دیوان صاحبان اور دیگر مہمانان خصوصی عوام کے جم غفیر سے نکل گئے اور جو زائرین دروازے کے قریب کھڑے تھے وہ دروازہ کھلنے سے پہلے ہی دم گھٹنے سے ہلاک ہو گئے۔ جب دروازہ کھلا تو ان کی لاشیں دہلیز پر جا گریں، پیچھے سے آنے والا ریلہ ان کے اوپر آگرا اور زائرین کی بڑی

تعداد قدموں تلے روندی گئی۔ حکومت کی طرف سے فوت شدگان کے ورثاء کو معاوضے کی ادائیگی کے ساتھ سانحے کی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا ہے اور اعلیٰ پولیس حکام اور گدی نشین خاندان کے درمیان ہونے والی دوطرفہ الزام تراشی موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔

اس وقت جبکہ دنیا بھر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے وقیع اور جاندار جدوجہد ہو رہی ہے، علوم اسلامیہ میں بلند پایہ تحقیقات اور علماء کرام کی گراں قدر کاوشیں دانشورانِ مغرب کو اسلام کا نئے پہلوؤں اور نئے زاویوں سے مطالعے کی دعوت دے رہی ہیں، مملکت خداداد پاکستان جیسے اسلامی ملک میں اس طرح کی رسومات کا سرکار کی سرپرستی میں انجام پانا نہایت تعجب خیز اور افسوس ناک ہے۔ کیا پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کی لائی ہوئی صاف شفاف اور بے غبار شریعت میں اس طرح کی توہمات اور بے سند رسومات کی کوئی گنجائش ہے؟ نبی کریم ﷺ نے بہشت کو جانے والے تمام راستے بڑی وضاحت اور پوری صراحت کے ساتھ امت کو تعلیم فرمادیئے ہیں، ان کی مبارک تعلیمات سے ہٹ کر کسی اور راستے کا سراغ کس نے اور کب لگا لیا اور دانشورانِ قوم کے ہوتے ہوئے کس طرح اس دین خالص رکھنے والی امت کو اس کی نشاندہی کر دی؟ حکومت نے سانحے کی وجہ۔۔ مالی مفادات کی کھینچا تانی۔۔ واضح ہوتے ہوئے بھی تحقیقات کا حکم دیدیا ہے لیکن ہلاکتوں کے اسباب کی تحقیق سے زیادہ ضرورت اس رسم کی دینی و شرعی حیثیت کی جانچ اور اس کو جاری کرنے والے راہنمایانِ دین کے محاسبے کی ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ مسند نشین حضرات سادہ لوح عوام کو فردوس بریں میں مقامات رفیعہ کی طمع دلا کر خود عین دخول بہشت کے موقع پر رقومات کے تنازع میں ملوث ہو جائیں، ان کی یہ دنیا داری اور حبِ مال کی لت کئی افراد کی جان لے لے اور حکومت ان کی دنیا پرستی کو موردِ الزام ٹھہرانے کی بجائے کسی اور سبب کا سراغ لگانے کے لیے تحقیقات جاری رکھے۔

حامد میر

(14 اپریل 2001ء) ایڈیٹر روزنامہ "اوصاف" اسلام آباد

"بہشتی دروازہ"

پاکستان میں فرانس کے سفیر مسٹر یانک گاغاڈ ان خوش قسمت لوگوں میں ایک ہیں جو دو روز قبل پاک پتن میں حضرت بابا فرید کے مزار پر بہشتی دروازے میں داخل ہوئے اور زندہ سلامت واپس آگئے بابا جی کے عرس پر بہشتی دروازے میں داخل ہونے کی کوشش کرنے والے 42 افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں مرحومین کا خیال تھا کہ وہ بہشتی دروازے سے گزر کر بہشت کے حقدار بن جائیں گے۔ بابا جی کے مزار پر ایک اور اہم رسم بھی ادا ہوتی ہے۔ پانچ محرم کو سجادہ نشین "بہشتی "دروازہ کھولنے سے پہلے مزار کے احاطے کے اندر "عشق پیچوں " کی رسم بھی ادا کرتے ہیں۔ اس رسم میں سجادہ نشین ایک کپڑا زرد رنگ میں ڈبو کر گماتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جس کسی پر بھی زرد رنگ کا قطرہ گر جائے وہ بہشتی ہو جاتا ہے۔ زرد رنگ چھڑکنے کے بعد سجادہ نشین زائرین میں زرد دھاگے بھی تقسیم کرتے ہیں یہ دھاگے گلے میں ڈالنے والے بھی خود کو بہشتی سمجھتے ہیں۔ شائد مسٹر یانک گاغاڈ بھی ایسے ہی کس زرد دھاگے کی تلاش میں پاک پتن گئے تھے لیکن اس مرتبہ وہاں دھاگے تقسیم کرنے کی رسم ادا نہ ہوسکی۔

مزار حضرت بابا فرید کے سجادہ نشین خاندان کا موقف ہے کہ یہ سانحہ انتظامیہ کی غفلت کے باعث پیش آیا جبکہ انتظامیہ کا کہنا ہے کہ سجادہ نشین نے دروازہ کھولنے میں جان بوجھ کر تاخیر کی۔ ڈی آئی جی ملتان شوکت جاوید نے بی بی سی کو بتایا ہے کہ سجادہ

نشین خاندان کا محکمہ اوقاف کے ساتھ جھگڑا چل رہا ہے محکمہ اوقاف سجادہ نشین کو ڈیڑھ لاکھ روپے ماہانہ مشاہرہ ادا کرتا ہے۔ جبکہ وہ 15 لاکھ روپے مانگتے ہیں اور اس لیئے انہوں نے بہشتی دروازہ کھولنے میں چار گھنٹے کی تاخیر کی تاکہ زائرین کا رش بڑھ جائے اور انتظامیہ کیلیئے مشکلات پیدا ہوں ۔حکومت پنجاب نے سانحہ پاک پتن کی تحقیقات شروع کردی ہیں تاکہ ذمہ دار افراد کو سزا مل سکے تاہم یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ حضرت بابا کی تعلیمات کیا تھیں اور کیا آج کے زمانے میں ان کے عرس پر جو کچھ ہوتا ہے وہ بابا جی کی تعلیمات کے مطابق ہے یا نہیں؟

پنجاب کی صوفیانہ تاریخ میں سید علی ہجویریؒ کے بعد جس ہستی نے ممتاز مقام حاصل کیا وہ بابا فرید ہیں۔ ان کا تعلق تصوف کے چشتی مکتبہ فکر سے تھا۔ ہندوستان پر سلطان محمود غزنوی کے حملوں کے دوران بہت سے بزرگوں نے یہاں کا رخ کیا تھا ۔ جن میں سید علی ہجویریؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ سرفہرست تھے۔ بابا فرید نے اپنی زندگی میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ان کے جانشین خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ سے فیض حاصل کیا۔

بابا جی نے پاک پتن کے علاقے کو اپنے قیام کے لیے منتخب کیا کیونکہ یہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور وہ ایک جوگی سمھوناتھ کے ماننے والے تھے ۔ لیکن بابا جی نے اس جوگی سمیت علاقے کے ہندوؤں کی بہت بڑی اکثریت کو مسلمان کر دیا ان کی بنیادی تعلیمات وہی تھیں جو حضرت علی ہجویریؒ پنجاب میں متعارف کرواچکے تھے۔ حضرت علی ہجویریؒ طریقت کے نام پر شریعت سے انحراف کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ شریعت کے تقاضوں کو پورا کیئے بغیر کوئی مسلمان اللہ تعالی کے نزدیک نہیں ہوسکتا۔ بابا فرید بھی عبادت کو عقل کی انتہا سمجھتے تھے ۔ کیونکہ علم

کے بغیر عبادت اور عقل کے بغیر علم بے معنی ہوتا ہے۔ وہ طریقت کو شریعت کے تابع رکھنے کے قائل تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں نہ کوئی بہشتی دروازہ بنایا اور نہ ہی بہشت میں جانے کے لیے کبھی زرد دھاگے تقسیم کیے بلکہ شرعی تقاضوں کی ادائیگی کا یہ عالم تھا کہ آخری ایام میں بیماری کے باعث اتنے کمزور ہو گئے کہ بے ہوشی طاری ہوگئی۔ پانچ محرم کی رات انہیں ہوش آیا تو نماز عشاء باجماعت ادا کی اور پھر جان دے دی۔ جو شخص موت سے چند لمحے پہلے، بیماری کے باوجود شرعی تقاضے پورے کرتا رہا اس کے مریدوں نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ صرف ایک دروازے سے گزر کر اور زرد دھاگے گلے میں ڈال کر بہشت کے حقدار بن جائیں گے؟ بہشت کا راستہ وہی ہے جو بابا جی کا تھا اور اس راستے پر چلنے کے لیے عبادت اور ضبط نفس ضروری ہے۔ حضرت بابا فرید کے سجادہ نشینوں کو چاہیئے کہ وہ ـــــــ بہشتی دروازہ کھولنے اور زرد دھاگے تقسیم کرنے کی بجائے مذکورہ بزرگ کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کیا کریں اور ان کی تعلیمات کے منافی رسوم سے پرہیز کریں تاکہ آئندہ ـــــــ پرسادہ لوح مسلمان بہشتی دروازے سے گزرنے کی کوشش میں اپنی جانیں نہ گنوائیں کیونکہ اصلی بہشت کا دروازہ اس عارضی زندگی میں نہیں آخرت کی زندگی میں نظر آئے گا۔

☆☆☆☆☆

مجلہ الدعوۃ لاہور سے ماخوذ — قاضی کاشف نیاز

جلد نمبر ۱۲ شمارہ ۵

اصلی اور جعلی ''بہشتی دروازے'' کی پہچان

گزشتہ ماہ پاکپتن میں ''بہشتی دروازے'' پر اچانک بھگدڑ مچ جانے سے 60 افراد ہلاک ہوگئے۔ اس واقعہ کے بارے میں بہت سی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ یقیناً لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ آیا اس میں سجادہ نشین کا قصور تھا جو دیر سے ''بہشتی'' دروازہ کھولنے پہنچے یا اس میں انتظامیہ کی نااہلی تھی۔ لیکن لوگوں کے ذہنوں میں سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ کیا واقعی یہ ''بہشتی دروازہ'' ہے۔ کیا قرآن حدیث کے علاوہ کسی اور دلیل سے دنیا کے کسی دروازے کو بہشتی دروازہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اگر یہ'' بہشتی دروازہ'' ہی ہے تو کیا کسی بہشتی دروازے پر اس قدر افسوسناک تصادم اور انسانی جانوں کی یوں ہلاکتیں ہوسکتی ہیں؟

جعلی اور اصلی جنتی دروازے کی علامتیں: جو بھی اس دربار کا چکر لگاتا ہے خاص طور پر محرم کے دنوں میں جب یہ ''بہشتی دروازہ'' کھولا جاتا ہے تو ایسے تمام لوگوں کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ اس ''بہشتی دروازے'' میں داخل ہونے والوں کو سخت گرمی اور پسینوں میں شرابور ہوکر میلوں لمبی لائن میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس نام نہاد ''جنت'' کے داروغوں کے ڈنڈے' دھکے اور چھینٹے انہیں الگ کھانا پڑتے ہیں اور اس دفعہ تو بدنظمی' تصادم اور دھکوں کا یہ عالم رہا کہ ''بہشت'' میں داخل ہونے کے درجنوں امیدوار مارے گئے۔ کتنے ہی سہاگ لٹ گئے۔ کئی والدین کی آنکھوں کے نور ان سے جدا ہو گئے۔ کئی بوڑھے والدین اور بہنوں کے سہارے اس نام نہاد ''جنتی دروازے'' کی

بھینٹ چڑھ گئے اور کئی معصوم بچوں کے باپ ان سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ پھر بھی اس دوازے کو "جنتی دروازہ" کہا جاتا ہے۔ سوچئے کیا یہ "جنتی دروازہ" ہے یا "خونی دروازہ" قیامت کے دن جس کی طرف یوں لوگوں کو دھکے مار مار کر اور بے حال کر کے لے جایا جائے گا' اس کا ذکر قرآن کریم نے یوں کیا ہے۔ **یوم یدعون الٰی نار جهنم دعًا** "اس روز انہیں دھکے مار مار کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا"۔ (طور۔13)۔

اصلی اور نقلی جنت کا موسم: **لایرون فیها شمسا ولا زمهریرا** "اہل جنت نہ تو جنت میں دھوپ (گرمی) دیکھیں گے اور نہ سخت سردی" (الدھر 13/76) یعنی اصلی جنت میں نہ تو زیادہ سردی ہو گی نہ زیادہ گرمی۔ ہمیشہ انتہائی خوشگوار موسم ہوگا۔ اب اس دروازے کو "بہشتی دروازہ" سمجھنے والے خود فیصلہ کرلیں کہ جب وہ اس دروازے کے اندر کی "جنت" میں داخل ہوتے ہیں تو یہاں دنیا کے موسموں کے مطابق یا تو سخت گرمی ہوتی ہے اور بدبودار پسینوں کے بھبھوکوں سے لوگوں کا برا حال ہوتا ہے یا پھر سخت سردی ہوتی ہے کہ جس سے بچاؤ کے لیے لوگوں کو کہیں سے چادر اور کمبل تک ملنا مشکل ہو جاتے ہیں۔

اصلی اور جعلی بہشتی دروازے کی چوڑائی: جنتی دروازے پر اس بار جو تصادم ہوا تو اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کا دروازہ بہت چھوٹا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں عام گھروں کے دروازے ہوتے ہیں۔ پھر اس سے ملحقہ گلیاں انتہائی تنگ ہیں کہ جن میں تین چار آدمی بھی بیک وقت نہیں چل سکتے ۔ یہ تو ہے نام نہاد جنتی دروازے کی تنگی کا عالم۔ اب ذرا اصلی جنتی دروازے کی طرف دیکھئے کہ کس قدر چوڑائی ہو گی۔ اس بارے میں صحیح بخاری میں ہمارے ہادیٔ کامل رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اس ذات

کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جنت کے دو کواڑوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ اور حمیر شہر کے درمیان یا مکہ اور بصریٰ شہر کے درمیان ہے (1250 کلومیٹر تقریباً) جبکہ صحیح مسلم میں مکہ اور ہجر بستی کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ (1160 کلومیٹر تقریباً) یہ جنت کے ایک دروازے کی چوڑائی ہے جبکہ جنت کے ایسے آٹھ دروازے ہیں۔ (مسلم)

جب اس دنیاوی ''جنتی دروازے'' کے کمرے میں داخل ہوا جاتا ہے تو یہ کمرہ بھی اس قدر ہی چھوٹا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں عام چھوٹے کمرے ہوتے ہیں۔ گویا یہ اس نام نہاد جنتی دروازے کے اندر کی ''جنت'' کی چوڑائی ہے جبکہ اصلی جنتی دروازے کے اندر جو جنت ہوگی' اب اس کی چوڑائی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا...... سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض ''اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو کہ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے''۔ (الحدید 21) جنت کی یہ عالیشان وسعت ایک ایسی لازمی صفت اور علامت ہے کہ جس کا خصوصی تذکرہ کر کے اللہ نے اپنے بندوں کو رغبت دلائی ہے کہ چلنا ہے تو ایسی جنت کی طرف چلو...... لپکنا ہے تو ایسی جنت کی طرف لپکو...... کوشش کرنی ہے تو ایسی جنت کے لئے کرو...... اپنا مال' پسینہ اور اپنا خون بہانا ہے تو ایسی جنت کے لئے بہاؤ کہ جس کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ یہ اتنی بڑی جنت ہوگی کہ تمام زمانوں کے بے شمار جنتی داخل کرنے کے بعد اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کو بھی اس قدر دینے کے بعد کہ اللہ اسے پوری دنیا سے بھی دگنا دے گا (مسلم) یعنی دنیا کے رقبے اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بھی زیادہ دینے کے بعد پھر بھی کتنی ہی جنت بچی رہے گی۔ یہاں تک کہ آخری آدمی کو جب جنت میں جانے کے لئے کہا جائے گا تو وہ (یہ سمجھ کر کہ اب تو ساری جنت

لوگوں کو الاٹ ہو کر ختم ہو چکی ہوگی) کہے گا' میرے پروردگار کیسے داخل ہو جاؤں جبکہ سب لوگ اپنے محلات میں چلے گئے اور انہوں نے اپنی اپنی جگہیں اور نعمتیں سنبھال لیں! تب اسے کہا جائے گا "کیا تو اس بات پر خوش ہو جائے گا کہ تجھے وہ کچھ دیا جائے جو دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے پاس تھا"۔تو وہ کہے گا میرے رب میں راضی ہو گیا"۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "تیرے لئے یہ بھی اور اتنا ہی اور بھی عطا کرتا ہوں"۔ اتنا پھر اور۔ اس کے بعد پھر اتنا اور۔ اس کے بعد پھر اتنا اور۔ مزید اتنا ہی اور (یعنی چار بادشاہوں جتنی سلطنت اور وہ بھی جنت کی) پانچویں مرتبہ وہ جنتی کہے گا۔ "میرے رب! میں راضی ہو گیا' ہر طرح راضی' اللہ فرمائیں گے یہ سب تیرا۔ مزید دس گنا تیرے لئے اور وہ ہر چیز تجھے ملے گی جو تیرا دل چاہے اور تیری آنکھ کو پسند آ جائے۔ وہ آدمی کہے گا۔ پروردگار میں راضی ہی راضی۔ (مسلم کتاب الایمان)۔ غرض ایک ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کو کئی دنیاؤں اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں سے بھی زیادہ سلطنت و نعمت عطا کرنے کے بعد بھی یہ جنت کسی تنگ دامنی کا شکوہ تو کیا کرے گی بلکہ **هل من مزيد** کی صدا دے رہی ہوگی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ...... **فان الله عزوجل ينشي ء لها خلقاً**۔ اللہ تعالیٰ (جنت کو بھرنے کیلئے) ایک اور نئی مخلوق پیدا فرمائیں گے۔(بخاری)

یہ ہے اللہ کی جنت اور جنتی دروازے کی چوڑائی اور وسعت کا عالم۔ اس جنت کے دروازے پر اور اس جنت کے اندر نہ تو کوئی رش پڑنے کا احتمال ہوگا' نہ کسی کو دھکے پڑ سکیں گے بلکہ معمولی سی تکلیف بھی نہ ہوگی۔ جنتی حقیقی جنت اور اس کی بے حد و حساب نعمتوں کو دیکھ کر خود بول اٹھیں گے...... **الحمدلله الذى اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شكور الذى احلنا دارالمقامة من فضله لا يمسنا فيها نصب ولا يمسنا**

فیھا لغوب "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب بڑا بخشنے والا قدردان ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے والے گھر میں اتارا۔ ہمیں اس جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں یہاں تھکن ہوگی۔ (فاطر 35-34) اصلی جنتی دروازے پر کوئی سفارش نہ چلے گی۔

محکمہ اوقاف کی طرف سے اس دروازے سے گزرنے والے دیوان خاندان' ان کے مہمان اور دیگر وی آئی پی افراد کے لئے خصوصی پاس اور ٹکٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ جو جتنا زیادہ بااثر' سرمایہ دار' دنیادار یا چاہے کرپٹ ہی ہو' وہ یہ پاس حاصل کر کے آسانی سے اس دروازے سے گزر جاتا ہے۔ ان کے لئے محفوظ شمالی گیٹ کا راستہ مخصوص کیا گیا ہے جبکہ غریب اور کمزور افراد لائنوں میں لگ کر اور دھکے کھا کھا کر مشرقی دروازے سے ہوکر بڑی مشکل سے گزرتے ہیں اور اگر تھوڑی سی بھگدڑ مچ جائے تو مرنا بھی انہیں ہی پڑتا ہے ......کیا اصلی آسمانی اور حقیقی جنتی دروازوں پر یہ اقربا پروری ممکن ہے؟ بلکہ وہاں تو اللہ کا صاف اعلان ہے کہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ' جاگیردار' وڈیرے' پیر' مخدوم' سرمایہ دار' ایم این اے' ایم پی اے غرض کسی کی بھی نہ تو سفارش چلے گی نہ کوئی رشوت اور نہ کوئی بدلہ اور فدیہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔ (البقرۃ۔ 48) حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ بھی قیامت کے دن جس کی سفارش کریں گے' اللہ کے حکم سے ہی کریں گے۔ **من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ۔** "اس کی اجازت کے بغیر کون ہے جو سفارش کر سکے" (البقرۃ:255) اور یہ سفارش بھی صرف اہل ایمان وتوحید کے حق میں ہوگی۔ (بخاری)

یہاں تو یہ حال ہے کہ کرپٹ اور بااثر امیر لوگ "جنتی دروازے" سے پہلے گزر جاتے ہیں لیکن قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث کے مطابق غریب مسلمان

امیر مسلمان سے آدھا دن پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے اور قیامت کا آدھا دن 500 سال کا ہوگا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

قارئین کرام! یہ بھی ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اصلی جنت کا دروازہ خود سرور کائنات' فخر موجودات' شمس الضحٰے' بدرالدجےٰ' احمد مجتبےٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے جنت جانے پر ہی سب سے پہلے کھولا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا...... میں قیامت کے روز جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا ۔ پھر میں دروازے پر دستک دوں گا تو دربان کہے گا کون؟ میں کہوں گا محمد (ﷺ) تب وہ کہے گا' کیوں نہیں' مجھے یہی تو حکم دیا گیا کہ میں آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم۔ کتاب الایمان)۔

متذکرہ احادیث میں واضح طور پر لوگوں کو بتا دیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جنت کا دروازہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے آنے پر کھولا جائے گا۔ اس سے پہلے جنت کے داروغے بھی یہ دروازہ کھولنے یا بند کرنے کے مجاز نہیں۔ لیکن آج دنیا میں ہی بہشتی دروازہ بنے اور ہر سال اس کے کھولنے والے بھی وہ سجادہ نشین ہوتے ہیں جن کے چہروں پر سنت رسول ﷺ تک نہیں ہوتی اور جنھوں نے لوگوں کی عزتوں اور ان کے مال وایمان پر ڈاکہ ڈال ڈال کر بڑی بڑی جاگیریں بنائی ہوتی ہیں۔ اسی سے اندازہ ہو جانا چاہیے کہ جس بہشتی دروازہ کے کھولنے والے ایسے جعلی مسلمان ہوں تو ایسا دروازہ بھی جعلی بہشتی دروازہ ہی ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے کا ایک دلچسپ اور سبق آموز واقعہ یہ ہے کہ جون 1996ء میں اس دربار کی گدی نشینی پر زبردست جھگڑا ہو گیا۔ ایک طرف گدی نشین دیوان مودود مسعود تھا' دوسری طرف مسز فوزیہ بختیار دیوان تھی۔ دونوں کے درمیان مریدوں کا مال ہڑپ کرنے اور گدی پر قبضہ کرنے کی جنگ اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ اس دوران گدی نشین دیوان

مودودمسعود پر قاتلانہ حملہ ہوگیا۔ اگرچہ وہ اس حملے میں بچ گئے لیکن انہوں نے اب یہ دھمکی دی کہ ''آئندہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مجھ پر قاتلانہ حملے میں ملوث ملزموں کو گرفتار نہ کیا گیا تو وہ آج درگاہ شریف کا ''بہشتی دروازہ'' نہیں کھولیں گے۔ (جنگ 23-06-96)

قارئین کرام! اب خود سوچئے کیا ایسا دروازہ بہشتی دروازہ ہوسکتا ہے کہ جس کے داروغوں کے درمیان اگر ذاتی جنگ چھڑ جائے تو وہ اسے نہ کھولنے کی دھمکی دے دیں۔ حقیقی آسمانی جنت کے دروازے کا داروغہ تو کبھی یہ جرأت کر ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنی مرضی سے جب چاہے بہشتی دروازہ بند کرے اور جب چاہے کھول دے۔ اس سے زیادہ اس ''بہشتی دروازے'' کے جعلی ہونے کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے...... ایسے دروازوں کو ان کے داروغوں اور وہاں پہنچنے والے لوگوں سے ہی پہچان لینا چاہیے۔

اصلی بہشتی دروازے پر جو لوگ داخل ہونے کے لئے پہنچیں گے' وہ ایمان اور توحید والے ہوں گے' شریعت پر دل وجان سے عمل پیرا ہوں گے۔ ان کے چہرے سنت رسول ﷺ سے مزین اور ان کی پیشانیاں سجدوں کے نشانات سے چمک رہی ہوں گی۔ جبکہ جعلی بہشتی دروازے پر پہنچنے والے لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے' وہاں کیسے کیسے حیاء سوز' غیر شرعی اور شرکیہ مناظر ہوتے ہیں' آیئے ذرا اس کی ایک مشاہداتی رپورٹ ملاحظہ کریں جو راقم نے حالیہ عرس سے کچھ عرصہ پیشتر مرتب کی تھی۔ اس کے کچھ مندرجات چونکہ تازہ واقعہ کے پس منظر میں زیادہ قابل استفادہ ہیں' اس لئے اس کا کچھ خلاصہ دوبارہ پیش خدمت ہے۔ اس رپورٹ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ بابا فرید کی قبر پر جہاں آج ''بہشتی دروازہ'' ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے' اس سے پہلے یہ مزار کے قریب ایک اور جگہ پر تھا......

دوجگہوں پر"بہشتی دروازے" کا دعویٰ اور ان کی آنکھوں دیکھی عبرتناک رپورٹ: بابا فرید کے مزار پر پہنچے تو وہاں اردگرد لکی ایرانی سرکس' ہیجڑوں کے فحش ڈانس' موت کے کنوؤں اور جوئے کے پروگراموں کا طوفان بدتمیزی برپا تھا۔ حیران تھے کہ کیا کسی "بہشتی دروازے" پر ایسا منظر ہوسکتا ہے۔ اس کی تاب نہ لاتے ہوئے ہم آگے بڑھے تو بابا فرید کے مزار کے قریب خواجہ عزیز مکی کے دربار پر پہنچے۔ انہیں یہاں صحابی رسول مشہور کیا گیا ہے حالانکہ خواجہ کا لفظ ہی بتانے کے لئے کافی ہے کہ عربوں میں ایسی ذات کا وجود ہی نہ تھا۔ یہ تو برصغیر کی ذات ہے۔ پھر بھی انہیں صحابی رسول ﷺ لکھا اور کہا جاتا ہے۔ اور بابا فرید کی قبر پر جانے سے پہلے یہاں لازمی حاضری کی ہدایت کی جاتی ہے۔ اب اس مزار پر کیا ہورہا تھا' اس کی آگے رپورٹ ملاحظہ کیجئے۔

"مزار کے احاطے اور اس سے متصل مسجد میں عورتوں اور مردوں کا ہجوم ہے۔ خصوصاً مسجد میں تو تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ آپ سوچتے ہوں گے' لوگوں نے مسجد کو زیادہ آباد کیا ہوا تھا۔ یہ تو اچھی بات ہے۔ لیکن یہ حضرات یہاں کوئی نماز اور ذکر واذکار کرنے نہیں بلکہ سونے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ عورتیں' مرد سب بلا امتیاز مسجد کے پورے احاطے میں اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ غلطی سے کوئی بندہ نماز پڑھنے کا ارادہ کر لے تو ایک انچ جگہ بھی اسے نہ ملے۔ مزار کے ساتھ محفل سماع جاری تھی۔ اس میں ایک صاحب کو حال چڑھے تو وہ سیدھے ایک عورت پر جا گرے جو دوسری عورتوں کے ساتھ قوالی سے خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔

باب جنت: من دخل هذه باب امن حسب الارشاد جناب سرور کائنات ﷺ: اس

قدر جھوٹ اور کذب حالانکہ اللہ نے قرآن میں اپنے کعبہ کے بارے میں یہ فرمایا ہے۔ ومن دخلہ کان امنا (آل عمران : 97) ''اور جو اس میں داخل ہو گیا اسے امن مل گیا''۔ لیکن اپنی طرف سے عربی الفاظ بنا کر بڑی جسارت سے نبی اکرم ﷺ سے یہ فرمان منسوب کر دیا گیا کہ یہ باب جنت ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا' وہ امن یعنی نجات پا گیا اور اسے بابا فرید کے قبوری دروازے پر چسپاں کر دیا گیا اور دلیل یہ دی گئی کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کو روحانی طور پر نبی اکرم ﷺ نے اس دروازے کے بارے میں یہ الفاظ کہے تھے اور پھر خواجہ صاحب نے یہ اعلان مسجد کے مینار پر کھڑے ہو کر کیا (بہشتی دروازہ۔ مرتب صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری)

اس بہشتی دروازے کے جہنمی ہونے کے لئے تو یہی بات کافی ہے کہ اس سے گزرنے والے بہشتیوں کے ساتھ وہی سلوک روا تھا جو قیامت کے دن جہنمیوں کے ساتھ روا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے قیامت کے دن فرمائے گا۔

پکڑو اسے ...... اس کی گردن میں طوق ڈال دو ۔ پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔ پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ (الحاقۃ 32-30)

یہاں بھی لوگ زمینی جہنم کے داروغوں سے لاٹھیاں اور ڈنڈے کھا کر زمینی جہنمی دروازے میں داخل ہوتے اور پھر اسی جست میں یہ داروغے انہیں بری طرح دھکا دے کر باہر اٹھا کر واپس اسی دنیا میں پھینک دیتے ہیں جہاں سے وہ آئے تھے اور پھر اپنے آپ کو بہشتی سمجھنے والے دنیا کے غلیظ ترین کاموں میں دوبارہ اسی طرح مصروف ہو جاتے ہیں جس طرح وہ پہلے تھے۔ نماز' داڑھی کی پابندی تو دور کی بات ہے ۔ یہ بہشتی چرس' افیون اور بھنگ اسی طرح پیتے رہتے ہیں جیسے پہلے پیتے تھے اور پھر وہ یہ سارے خلاف سنت اعمال کیوں نہ سرانجام دیتے ۔ ان کی جنت کا نگران اعلیٰ یعنی دربار کا سجادہ نشین بھی

کوئی ان سے مختلف نہیں تھا۔ وہ بھی اسی طرح داڑھی منڈا اور شریعت کی پابندیوں سے آزاد تھا۔ یہاں کے سجادہ نشین کو دیوان مودود مسعود چشتی کہا جاتا ہے۔ بہشتی دروازے کی قفل کشائی سب سے پہلے انہی کے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ یہ بہشتی دروازہ وہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان عموماً کھولتے ہیں اور صبح چھ بجے بند کر دیا جاتا ہے۔ پانچ محرم سے دس محرم تک مختلف راتوں میں بہشتی دروازہ کھولنے کی تقریبات اور رسومات ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

TRUEMASLAK @ INBOX.COM

اقتباس

ہفت روزہ ندائے ملت لاہور

(جلد ۳۳، شمارہ ۱۶)

داتا دربار پر موجود ایک باخبر شخص نے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہاں پر باقاعدہ ایک مافیا منفی سرگرمیوں کی پشت پناہی میں مصروف ہے۔ چوریاں، جیب تراشی وغیرہ تو روزمرہ کا معمول ہے، جبکہ اعلیٰ سطح پر منشیات اور اغوا جیسے گھناؤنے کاروبار بھی ہورہے ہیں۔ ان سرگرمیوں میں نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی شامل ہیں۔ پولیس، محکمہ اوقاف کے اہلکار، متولی اور جرائم پیشہ گروہ ایک دوسرے کی مدد سے جرائم میں ملوث ہیں۔ 1992ء کی ایک رپورٹ کے مطابق محکمہ اوقاف کا ایک ایڈمنسٹریٹر خود عورتوں کے اغوا کے جرم میں شریک پایا گیا، لیکن تعلقات اور اثرورسوخ کی وجہ سے وہ اپنی کرسی بچانے میں کامیاب رہا اور کیس دب گیا۔ ان مزاروں پر ظلم و زیادتی کے شکار ہونے والے شخص کے لیئے پولیس میں ایف آئی آر تک کٹوانا مسئلہ بن جاتی ہے۔ وہ پولیس اور محکمہ اوقاف کے مابین فٹ بال بن جاتا ہے۔ داتا دربار پر موجود ایک پولیس اہلکار نے کہا چونکہ حوالات کم ہیں، نشئی اور دیگر جرائم پیشہ افراد کو پکڑنے کے بعد رکھنے کا انتظام نہیں اس لیئے اکثر مجرموں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اکثر چوریاں کرنے والے نشئی اور بھکاری ہوتے ہیں۔ داتا دربار سے متصل ایک مرکز "دارالرحمت" میں نشہ بازوں کو پکڑنے کے بعد بند کردیا جاتا تھا اور وہیں انہیں دونوں وقت کا کھانا پہنچایا جاتا تھا۔ اسی طرح شاہدرہ کے قریب بھکاریوں کو رکھنے کے لیے ایک سنٹر قائم تھا لیکن گزشتہ دو سال سے اخراجات میں کٹوتی کے باعث حکومت نے انہیں بند کردیا ہے۔ اسی وجہ سے مزاروں کے اردگرد ان کی تعداد میں اضافہ ہوگیا ہے۔

بیبیاں پاکدامن کے مزار پر تعینات سول لائنز تھانہ کی دو لیڈی کانسٹیبلوں نے بتایا کہ یہاں جگہ کم ہے جبکہ زائرین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

مردوں اور عورتوں دونوں کو داخلے کی اجازت ہے، زیادہ بھیڑ اور رش کی وجہ سے لوگوں کی جیبیں کٹتی رہتی ہیں اور پرس گم ہوتے رہتے ہیں۔

مزار کے قریب رہائش پذیر ایک فیملی نے بتایا کہ وہ گزشتہ 55 برس سے اس علاقے میں مقیم ہیں۔ پاکستان بننے سے قبل بیبیاں پاکدامن پر مردوں کے داخلے پر پابندی تھی لیکن بعد میں مردوں کو بھی داخلے کی اجازت مل گئی، جس کے بعد یہاں جرائم میں اضافہ ہوا۔ یہ مزاردن رات زائرین کے لیے کھلا رہتا ہے۔ لوگ یہاں سو جاتے ہیں۔ نشئی افراد کو داخلے سے روکا جاتا ہے لیکن موقع ملتے ہی وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں۔ مزار کے اردگرد موجود قبرستان منشیات کا اڈہ بن چکا ہے۔ مزار کا گورکن بھی نشے کی لعنت میں مبتلا تھا اور اسی حالت میں مرگیا، دو دن بعد اس کی نعش کوٹھری سے نکالی گئی۔ یہاں باآسانی 25 روپے میں ہیروئن کی ایک پڑیا مل جاتی ہے اور باقاعدہ ایک گروہ انہیں یہ سپلائی کرتا ہے۔ یہی نشئی لوگوں کے گھروں میں چوریاں کرتے ہیں اور مزار میں پناہ حاصل کر لیتے ہیں۔

یہ تمام جرائم کسی ایک مزار پر نہیں ہوتے بلکہ تقریبا ہر مزار ان کی گرفت میں آچکا ہے۔ ان مقدس مقامات کی آڑ میں شرپسند عناصر منفی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہیں۔ مختلف سماجی حلقوں کی رائے کے مطابق حکومت کو ان کی بیخ کنی کے لیے فوری اور دیرپا اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے سنٹرز قائم کیے جائیں جہاں نشئی افراد کا علاج ممکن ہو سکے، دارالرحمت جیسے مرکز بحال کیے جائیں۔ پولیس اور محکمہ اوقاف کے اہلکاروں پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ مزاروں سے کروڑوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے اس رقم

کا مصرف محفوظ ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔ جہیز فنڈ میں اضافہ اور مسافر خانے قائم کیے جائیں تاکہ دوسرے شہروں سے آئے ہوئے وہاں قیام کرسکیں۔ وگرنہ صورتحال یہ ہے کہ سوئے ہوئے لوگوں کی اشیاء اور رقوم غائب ہو جاتی ہیں۔ حکام کو اس مافیا کو جڑ سے نکال پھینکنا ہوگا جو ان مزاروں پر لوگوں کے جان ومال سے کھیل رہے ہیں۔

نوٹ: ہماری رائے یہ ہے کہ عبادات کے لیے ہمارے ملک میں جگہ جگہ الحمدللہ مساجد موجود ہیں۔ مزارات جائے عبادت نہیں ہو سکتے جیسا کہ ہم نے دلائل سے واضح کیا ہے کہ مقبروں کو عبادت گاہیں بنانا ناجائز ہے جب یہ مزارات شرعاً عبادت گاہ بھی نہیں بن سکتے اور دوسری طرف یہاں شرک ہو رہا ہے اور سنگین قسم کے جرائم اس پر مستزاد، تو حکومت کو چاہیے مدفون بزرگوں کی میتیں عام قبرستانوں میں منتقل کر کے سنت کے مطابق ان کی کچی قبریں بنائے اور درباروں کی جگہ پر ہسپتال یا سکول قائم کر دے تاکہ عوام الناس کو کوئی فائدہ پہنچ سکے۔ (مرکز دعوۃ التوحید)

☆☆☆☆☆

TRUEMASLAK@INBOX.COM

آہ! یہ مناظر

از: ماہرالقادری (مرحوم)

ہر طرف خیمے لگے ہیں دور تک بازار ہے — یہ نمائش ہے، کوئی میلہ ہے یا تہوار ہے
ہے یہ تقریب عید عرس ہے اک پیر کا — کام کرتی ہے یہاں کی خاک بھی اکسیر کا
اک طوائف گا رہی ہے سامنے درگاہ کے — کیا مزے ہیں حضرت قبلہ سہاگن شاہ کے
عورتوں کی بھیڑ میں نظارہ ٹھوکر کھائے ہے — اس ہجوم رنگ و بو میں کب خدا یاد آئے ہے
مقبروں کی جالیوں پر عرضیاں لٹکی ہوئی — یہ وہ منزل ہے جہاں ہیں نیکیاں بھٹکی ہوئی
ان میں لکھا ہے ہماری جھولیاں بھر دیجئے — دردِ دل سُن لیجئے مشکل کشائی کیجئے
آپ کو اللہ نے سب کچھ دیا ہے اختیار — میرا گل بھی ہے بہت مدت سے بے فصلِ بہار
یہ ملیدے یہ بتاشے یہ مٹھائی کے طباق — یہ عقیدے کا تموج یہ وفورِ اشتیاق
چادریں چڑھتی ہوئی ڈھولک بھی ہے بجتی ہوئی — یہ موحد ہیں جو پوجا کر رہے ہیں پیر کی
کوئی سجدے میں جھکا ہے کوئی مصروفِ طواف — تھام رکھا ہے کسی نے دونوں ہاتھوں سے غلاف
رو رہا ہے کوئی چوکھٹ ہی پہ سر رکھے ہوئے — ہیں کسی کے ہاتھ بہر التجا اٹھے ہوئے
حُسن برستا ہے یہاں چاندی اُگاتی ہے زمیں — آخرت کی یاد اس جا پاؤں رکھ سکتی نہیں
زائروں کے خود مجاور ہی جُھکا دیتے ہیں سر — مور کے پنکھوں کے سائے میں کلاوے باندھ کر
ہے یہ تعلیم نبی فرمان قرآن کریم — ہے ہر اک بدعت ضلالت شرک ہے ظلم عظیم
بدعتوں ہی بدعتوں کی ہر طرف شیشہ گری — اس طرح تردید فرمان رسول اللہ (ﷺ) کی
مدعی توحید کے اور شرک سے یہ ساز باز — اک طرف قبروں پہ سجدہ دوسری جانب نماز
التجا فریاد استمداد غیر اللہ سے — یہ نہیں شرک تو پھر شرک کس کا نام ہے

تا بہ کے یہ کھیل دنیا کو دکھایا جائے گا
مضحکہ توحید کا کب تک اڑایا جائے گا
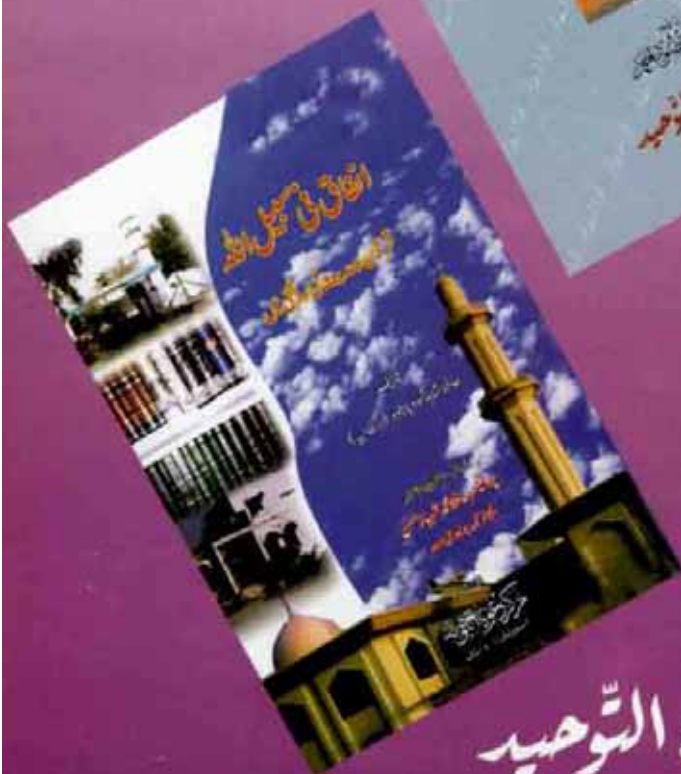
مطبوعات مرکز دعوۃ التوحید
دعوۃ التوحید
مرکز دعوۃ التوحید
مرکز دعوۃ التوحید
اسلام آباد ○ پاکستان